ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

اگست 2015ء

شمارہ نمبر 123



خوشخبری

65 سے زائد نوربخشی کتب Play Store پر بالکل مفت دستیاب ہیں اپنے موبائل پر ان کتب کو download کرنے کے لیے

Google Play Store میں Noorbakhshia لکھ کر اپنی ضرورت کی کتاب Download کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

شمارہ: 123 | اگست 2015ء | ہدیہ: 45 روپے

مدیر: ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوز کاری و ڈیزائن کاری

تصوف نیشنل لائبریری علی پور اسلام آباد

اہتمام: نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

اکاؤنٹ نمبر

چیک ڈرافٹ بنام ماہنامہ نوائے صوفیہ اکاؤنٹ

نمبر 010-1773-8،

UBL سیکرٹریٹ برانچ، اسلام آباد

مضامین، خبریں اور خطوط کے لیے پتہ:

A-358، سیکٹر G-6/1، اسلام آباد، پاکستان

ای میل ایڈریس

مضامین، خبریں و خطوط بذریعہ e-mial بھی بھیج سکتے ہیں:

nawaesufia_intl@yahoo.com

بذریعہ آن لائن بھی پڑھ سکتے ہیں:

http://www.nyfpk.org/Nawa-i-Sufia.php

ادارے کا مضمون نگاروں اور نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

ایڈیٹر اینڈ پبلشر ایم بشیر نے اے آر گرافک پرنٹر، آئی ایٹ فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ A-358، G-6/1-1، اسلام آباد سے شائع کیا۔

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ رسالہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

فہرست مضامین

نام مضمون .... صفحہ نمبر

تفکر و تذکر

ابوالعرفان کے بعد .... اداریہ 3

سفر نامہ

سفر سعادت کے تجربات و مشاہدات .... غلام حسن حسنو 7

احوال صوفیہ

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ .... سید نواز حسین عکبوی 11

اسلامیات

جبر کا تصور .... ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی 14

بیادِ ابوالعرفان

نہایت شفیق ہمارے والد .... دختر ابوالعرفان 16

حضرت علامہ محمد بشیر .... جی ایچ معروفی 18

ابوالعرفان کی یاد میں .... عبدالرحمن سرنگی 21

نام مضمون .... صفحہ نمبر

بیادِ ابوالعرفان

محسن ملت صوفیہ نوربخشیہ .... ایم اے عاصی کھرکوی 23

حضرت علامہ کی یاد میں .... عنایت اللہ براہوی 25

انٹرویو پینل

ماسٹر شکور علی سے انٹرویو .... جی ایچ معروفی 27

غنچہ ہائے نو شگفتہ

بچوں کا نوائے صوفیہ .... ظفر علی آخوند 31

اخبارِ تصوف

دنیائے تصوف کی خبریں .... جی ایم شاہین 32

نامہ سالک

قارئین کے خطوط .... جی ایم شاہین 39

وصولیات .... این وائی الیف 40

نعت رسول مقبولؐ

مرد کہتاتی

محمدؐ کتنا اچھا کتنا پیارا نام لگتا ہے
مدینے کا تصور روح کا آرام لگتا ہے

لگی ہے کیا سبیل دیدیاں مولی کی محفل میں
پلا دیتے ہیں اس کو جو بھی تشنہ کام لگتا ہے

بنا کر رحمتہ اللعالمین بھیجا زمانے میں
خدائے لم یزل کا یہ حسیں انعام لگتا ہے

تری یادیں عجب اک بے خودی سی ساتھ لاتی ہیں
بڑے ہی فاصلے پہ پھر غم ایام لگتا ہے

گزارا ہے ترے الطاف کی امیدواری پہ
وگرنہ اب تو جینے کا تصور خام لگتا ہے

بنایا ہے نشاط آرزو نے خوش خیال اتنا
کہ ہر جھونکا ہوا کا دوست کا پیغام لگتا ہے

شریک اب کیجیے گا قافلے میں اپنی رحمت کے
عدم کی بیکراں وسعت کا ڈر ہر گام لگتا ہے

مدینہ مل سکے یا دشت ناکامی میں دم نکلے
بہر حال عشق فانی اپنا خوش انجام لگتا ہے

کہتاتی نتیجہ ہے عجب توفیق مدحت کا
خود اپنا آپ مجھ کو لائق اکرام لگتا ہے

نمائندوں کے نام درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام نمائندہ	نمائندہ علاقہ	رابطہ نمبر
1	غلام نبی بٹ	سندھ / کراچی شہر	0347 2447656
2	محمد اقبال	لاہور شہر	0336 1836892
3	زمرد حسین	اسلام آباد شہر	0343 8830188
4	مظفر علی آخوند	علی پور اسلام آباد	0312 5117238
5	اعظم علی سرموی	چکری روڈ راولپنڈی	0355 5288046
6	اعجاز اختر	آزاد جموں وکشمیر	0313 5586917
7	شاہ نواز لقدم	گلگت شہر	0341 5891611
8	شبیر حسین	سکردو شہر	0347 5248412
9	اصغر علی	خپلو شہر	
10	سید ریاض	بلغار	0355 4107395
11	اشرف عاصی	کھرکو	0346 5109622
12	عباس	ڈغونی	0355 4119526
13	غلام نبی شاہین	چھوربٹ	0355 5359352
14	ریاض مہدی	مشہ بروم	0333 4127427
15	غلام عباس	کورو / غواڑی	0346 8113785
16	شمیم	شاہ سید ہاؤس / راولپنڈی	

نوٹ: قارئین سے گزارش ہے کہ رسالہ اپنی قریبی علاقائی نمائندہ سے حاصل کریں۔ نیز رسالہ کی واجب الادا ہدیہ بھی درج بالا نمائندوں کے پاس جمع کرائیں۔ تاکہ رسالہ کی بروقت اشاعت ممکن ہو سکے۔

لکھاری حضرات بھی اپنی مضامین، خطوط اور خبریں درج بالا نمائندوں کے پاس جمع کرائیں تاکہ ہمیں بروقت موصول ہو اور رسالہ میں جگہ دے سکے۔ شکریہ! (ادارہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل)

فکر و تذکر

ابوالعرفان کے بعد

اداریہ

اللہ جل شأنہ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

''تحقیق اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا اس معاملت کو کہ کسی قوم کے ساتھ ہے یہاں تک کہ بدل ڈالیں وہ جو کچھ بیچ اُن کے جی کے ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں قوموں کے عروج و زوال کی تمام داستانوں کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض بنا کر بھیجا تو اسے دو راستوں کی نشاندہی فرما کر اس کے صواب دید پر چھوڑ دیا کہ چاہے وہ شاکر بنے چاہے کافر۔ بہ الفاظ دیگر خالق حقیقی نے جو کائنات کے تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے اور حقیقی اور کلی اختیار کا مالک ہے، اپنے حقیقی اختیار میں سے ایک حصہ بنی نوع انسان کو تفویض کیا، یعنی خیر اور شر کی راہ پر چلنے کے لیے اُسے وحی الٰہی اور عقل سلیم کی رہنمائی کے ساتھ فاعل مختار بنایا۔ اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے نتائج و عواقب کا ذمہ دار بھی حضرت انسان ہی کو قرار دیا۔ یہ نتائج و اثرات حیات دنیوی سے متعلق بھی ہو سکتے ہیں اور حیات اخروی سے بھی: افراد پر بھی ان کا اطلاق ہو سکتا ہے اور اقوام پر بھی۔ غرض قوانین الٰہی ایسے اٹل ہیں کہ ان میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ دیگر جگہ پر ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ''اور تم قوانین الٰہی میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے قوموں کے عروج و زوال کے اسباب اور عوامل کا خلاصہ مذکورہ آیت کریمہ میں بیان فرمایا ہے کہ کسی قوم کے عروج یا زوال کی ذمہ داری خود افراد قوم پر عائد ہوتی ہے۔ کسی قوم کو بام عروج تک لے جانے کے لیے اس قوم کے افراد میں غیر متزلزل عزم اور ان تھک محنت کا جذبہ موجود ہونا نہایت ضروری اور لابدی امر ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی حالت کو سدھارنے کے لیے سعی و کاوش نہ کرے اور اپنے معاملات کو قدرت اور مشیت پر چھوڑے رکھے تو مشیت ایزدی یہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسی قوم کو ہرگز منزل مراد سے ہم کنار ہونے کی توفیق عطا نہیں فرمائے گا۔ اسی طرح اگر کسی قوم کے افراد اپنی قومی اور اجتماعی زندگی کی تار و پود بکھیرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھے اور ذاتی اغراض کو قومی مقاصد پر مقدم رکھتے ہوئے اسیر ہوس ہو کر اجتماعی مفادات کو بالائے طاق رکھنے کی روش پر گامزن ہو تو ایسی قوم کو تباہی و بربادی کی چاہ عمیق میں گرنے سے بھی کوئی قوت روک نہیں سکے گی اور اللہ تعالیٰ کو بھی ایسی قوم کی بھلائی اور نجات سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔

یاد رہے کہ کسی قوم کے عروج اور ترقی کا فروغ علم و دانش کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اسلام کے دور عروج کی یاد تازہ کیجیے، اس عہد میں اہل اسلام تمام اقوام عالم کے لیے علم و ہدایت کا مینارۂ نور بن گئے تھے۔ یورپ میں جہالت اور ظلمت کا دور دورہ تھا اور اہل مغرب اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے اسلامی سلطنت کا رخ کرتے تھے۔ اس عہد زریں میں مسلمان فلسفہ اور سائنس کے میدانوں میں بھی اقوام عالم کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ مسلم قوم کا زوال بھی انحطاط علمی سے جڑا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ تاتاری یلغار کے ساتھ عروس البلاد کے عظیم کتاب خانے نذر آتش

کر دیے گئے اور عالم اسلام میں علم کی روشنی کی بجائے جہالت کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ اس دورِ زبوں حالی میں اہل تصوف نے احیائے علم کا بیڑا اٹھایا اور حضرت مولانا روم نے مثنوی معنوی جیسی عظیم کتاب اور حضرت امام غزالی نے احیاء العلوم فی الدین جیسی مایۂ ناز تصنیف کا تحفہ اہل اسلام اور اہل عالم کی رہنمائی کے لیے پیش کیا۔ اس ضمن میں سلسلۃ الذہب الصوفیہ کے بزرگوں کی عظیم علمی مساعی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ فی زمانہ اس سلسلے کی علمی اور روحانی وراثت مسلکِ پاک صوفیہ نوربخشیہ کے حصے میں آئی ہے اور اس عظیم الشان علمی ورثے کے تحفظ اور ترویج کی ذمہ داری بھی سب سے زیادہ اہل صوفیہ نوربخشیہ پر ہی عائد ہوتی ہے۔

بدقسمتی سے حضرت میر سید محمد نوربخشؒ اور حضرت شمس الدین اسیری لاہیجیؒ جیسے بزرگوں کے بعد مسلکِ نوربخشیہ میں صدیوں تک کوئی قابلِ ذکر علمی کام نہیں ہوا۔ مشیتِ ایزدی سے اگرچہ صوفیہ نوربخشیہ کے عقائد و اعمال بڑی حد تک محفوظ رہے تاہم اہل صوفیہ نوربخشیہ اپنے علمی ورثے سے قطعی طور پر نابلد ہو کر رہ گئے۔ ان کے علمی انحطاط کا یہ عالم ہوا کہ بیرونی قوموں کے نظریاتی یلغار کے آگے وہ قطعی بے بس ہو کر رہ گئے اور اس مسلک کو ایک ایسے خالصۂ سرکار سے تعبیر کیا جانے لگا جس پر جو چاہے دعوائے ملکیت جتائے۔

اس سنگین صورتِ حال کا احساس کرتے ہوئے جن زعمائے قوم نے ملتِ نوربخشیہ کے علمی احیاء کی خاطر سعی و کاوش کی ان میں اہم ترین نام حضرت میر مختار اخیار، حضرت میر نجم الدین ثاقب، حضرت مولانا حمزہ علی مرحوم اور حضرت علامہ محمد بشیر مرحوم کے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنی گراں مایہ تصانیف و تراجم کے ذریعے مسلکِ صوفیہ نوربخشیہ کے علمی ورثے کو محفوظ بنانے کی کامیاب کوشش کی۔ حضرت علامہ محمد بشیر صاحب کی عظیم علمی مساعی کو نوائے صوفیہ کے گذشتہ شمارے میں بطور خراج عقیدت و تحسین پیش کرتے ہوئے رسالے کا گذشتہ شمارہ ابوالعرفان نمبر کے طور پر شائع کیا گیا۔ زیر نظر شمارہ بھی اسی اشاعت کا تسلسل ہے اور اس میں وہ تمام مضامین شامل کیے گئے ہیں جو گذشتہ شمارے میں جگہ نہ پا سکے تھے۔ حضرت علامہ ابوالعرفان نے ملتِ صوفیہ نوربخشیہ کے احیاءِ نو کے لیے ایک ایسے مرحلے پر سعی و کاوش کی جب اس ملت کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا اور بیرونی توسیع پسندوں اور اندرونی ملت فروشوں کی مشترکہ کوششوں کے نتیجے میں اہل صوفیہ نوربخشیہ کی ایک کثیر آبادی انتقالِ مذہب اختیار کر چکی تھی۔ حضرت علامہ نے ندوۃ الاسلامیہ کے قیام سے نوربخشی طلبا اور علما کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جہاں انہیں اپنے جداگانہ تشخص اور وجودِ استقلالی کا احساس دلایا جاتا تھا اور دیگر مسالک کے مدرسوں میں حصولِ علم کے باوجود یہ طلبہ نوربخشی عقائد پر قائم رہے۔ نیز کتاب فقہ الاحوط اور اصولِ عقائد جیسی کتب کے ترجمے سے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے دین کو سمجھنا آسان بنایا گیا۔ نوربخشی قومی زندگی کے ایک خاص مرحلے پر حضرت علامہ کی قومی خدمت ایک نمایاں اہمیت کی حامل گردانی جائے گی۔ تاہم علامہ صاحب جن صلاحیتوں کے حامل تھے ان سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ اسلام کے دیگر مکاتبِ فکر کے علما کی تصانیف کی تعداد درجنوں میں پہنچتی ہے، جب کہ حضرت علامہ تین کتابوں کے ترجمے کے علاوہ نہ کوئی ذاتی تصنیف پیش کر سکے اور نہ کوئی تحقیقی کارنامہ سرانجام دے سکے۔ یوں نوربخشی قوم نے ایک نہایت قابل اور اہل عالم دین کو ضائع کر دیا۔ حضرت علامہ کے بعد بھی ملتِ نوربخشیہ میں صاحبِ علم و دانش اہلِ قلم کی کمی نہیں ہے، جس کا ثبوت ماضی قریب میں شائع ہونے والی متعدد نوربخشی کتابیں ہیں۔

نشر و اشاعت کی اہمیت و افادیت کا احساس کرتے ہوئے نوربخشی زعما نے ماضی قریب میں شاہ ہمدان پریس اینڈ پبلی کیشنز کی داغ بیل ڈالی ہے، جس کے زیرِ انتظام اہم نوربخشی کتابوں کی اشاعت کا بندوبست کیا جائے گا۔ مگر اس اہم قومی مقصد کی تکمیل علمائے صوفیہ نوربخشیہ، مخلص نوربخشی کارکنوں اور غیرتِ دینی سے سرشار مخیر حضرات کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ شاہ ہمدان پریس اینڈ پبلی کیشنز کے

مقاصد میں تمام نوربخشی کتب کے قلمی نسخوں کی جمع آوری سے ایک مرکزی تحقیقی ادارے کا قیام اور اس کے تحت ترجمہ، تالیف، تحقیق اور تصنیف کے کام کی بجا آوری شامل ہیں۔

یہ نہایت مسرت کا مقام ہے کہ حضرت علامہ محمد بشیر کے بعد براہ کے مردم خیز علاقے سے جناب یعقوب براہوی نے نوربخشی نشرواشاعت کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ان تھک محنت سے ہزارہا نوربخشی کتابوں کے قلمی نسخے دنیا بھر کی لائبریریوں سے جمع کر کے ریسرچ سنٹر کو فراہم کیے ہیں۔ اگلا مرحلہ ان نسخوں کو پرنٹ کر کے لائبریری کا قیام اور پھر ان نسخوں کا مرحلہ وار ترجمہ اور اشاعت کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک ہر تعلیم یافتہ نوربخشی نوجوان اس عظیم مقصد کے حصول کے لیے اپنی خدمات پیش نہیں کرے گا، نتائج کا حصول ممکن نہیں۔ اگر ہر فرد قوم یہ سوچے کہ فلاں کام تو فلاں آدمی کرے گا مجھے فکر وتردد کی کیا ضرورت ہے تو کسی مفید نتیجے کی توقع رکھنا محض دیوانے کا خواب ہے۔

بدقسمتی سے شاہ ہمدان پریس اینڈ پبلی کیشنز کے قیام کے بعد نوربخشی نوجوان اس ادارے کی ترقی کے لیے سرگرم عمل نظر نہیں آرہے۔ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن سے اس ضمن میں خصوصی کردار پیش کرنے کی توقع تھی لیکن تاحال کوئی مثبت پیش رفت نظر نہیں آئی۔ جہاں تک سپریم علما کونسل کا تعلق ہے وہ اپنے قیام کے بعد سے اب تک مسلسل خواب خرگوش کے مزے لوٹنے میں مصروف ہے۔ افسوس نوربخشی علما کی ایک کثیر تعداد معاشی طور پر خوش حال اور فارغ البال ہے لیکن قومی ترقی اور ترویج کے کاموں میں سوائے چند کے ایک باقی علما کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کے حال پر مولائے متقیان حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام کا یہ شعر صادق آتا ہے:

فطن بکل رزیۃ فی مالہ
و اذا اصیب بدینہ لم یشعر
مال کے نقصان کی بابت بہت ہشیار ہیں
دین پر آئے مصیبت تو نہیں ہوتی خبر

سوائے چند علما کی استثنائی مثال کے دیگر علمائے صوفیہ نوربخشیہ نے بھی شاہ ہمدان پریس اینڈ پبلی کیشنز کے قیام کے لیے کوئی مالی و قلمی تعاون پیش نہیں کیا، البتہ بعض حضرات نے کچھ بلند بانگ دعوے ضرور کیے۔ دین کی خدمت اللہ اور اس کے رسول پر کسی طرح کا احسان نہیں ہے، البتہ اگر اللہ تعالی کسی انسان کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے تو یہ اس انسان پر اللہ جل شانہ کا خصوصی انعام واکرام ہے، اس میں عالم اور غیر عالم کی کوئی تخصیص نہیں البتہ عالم کو اس توفیق کی طلب شدید تر ہونی چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے معاملہ اس کے برعکس ہے۔

تاہم کسی مایوسی کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم اور مخلص نوجوانوں کی شب و روز کی مساعی سے مسلکِ صوفیہ نوربخشیہ آج روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ نوربخشی ادارے مضبوط ہو رہے ہیں۔ سکردو بلتستان میں مدرسۂ شاہ ہمدان کی عظیم الشان عمارت نوربخشی اہل خلوص کے فقید المثال تعاون کی اعلی مثال ہے۔ اسی طرح شاہ ہمدان پبلی کیشنز کے قیام میں بھی مخلص نوربخشی نوجوانوں نے تن من دھن کی قربانی پیش کی۔ اب اللہ کے فضل وکرم سے یہ ادارہ بھی تسلی بخش طریقے سے چل رہا ہے۔ ماضی قریب میں چھ ہزار نوربخشی کتابوں کے قلمی نسخوں کی دریافت ایک بڑی علمی پیش رفت ہے۔ نوجوان نوربخشی آئی ٹی سپیشلسٹ جناب یعقوب براہوی نے خالص علمی ترویج کی خاطر چونسٹھ نوربخشی کتابوں کی موبائیل اپلی کیشن بنا کر تمام دنیا میں اسے عام کردیا ہے۔ اب ہر سمارٹ فون رکھنے والا پلے سٹور PLAY STORE سے ان کتابوں کو دنیا کے کسی بھی کونے سے ڈاؤن لوڈ کر کے ان سے استفادہ کرسکتا ہے۔ اس میدان میں اہل صوفیہ نوربخشیہ دنیا کے دیگر تمام مذاہب ومکاتب فکر سے بازی لے گیا ہے۔ جناب یعقوب براہوی اس سلسلے میں خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ تمام اہل تصوف آپ کے لیے دست بدعا ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت علامہ بشیر صاحب کی

وفات کے بعد نشر و اشاعت سے متعلق ان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانے کی کوششیں نہ صرف جاری رکھی جائیں، بلکہ ان میں تیزی لائی جائے۔ نوائے صوفیہ کی اشاعت کو باقاعدہ اور بروقت بنایا جائے۔ نوربخشی کتابوں کے ترجمے کا کام تیز تر کیا جائے اور عظیم نوربخشی تفسیر 'تفسیر نجم القرآن' کے ترجمے اور اشاعت کے کام کو ترجیحی بنیادوں پر پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ دیگر تمام ترجمہ شدہ نسخہ جات کی اشاعت کا بندوبست ہو، اور قلمی نسخوں کے ترجمے کا کام ترجیحی بنیادوں پر کیا جائے۔ اس سلسلے میں صرف نوربخشی علما پر انحصار کافی نہ ہو گا بلکہ outsourcing کے ذریعے یونیورسٹیوں کے عربی، فاسی اور اردو پر عبور رکھنے والے پروفیسر حضرات سے معاوضے پر یہ کام کروانا ہو گا۔ اہم ترین بات ہے کہ ہر کتاب کی اشاعت اور تقسیم distribution کا کام ایک نوربخشی صاحب ثروت اپنے ذمے لے۔ کتاب کی کفالت کرنے والا شاہ ہمدان پبلی کیشنز میں اس کتاب کی اشاعت کے اخراجات اٹھائے اور اس کتاب کو نوجوان تقسیم کاروں کی مدد سے خود فروخت کرے۔ اس فروخت سے جو منافع حاصل ہو گا اُس میں یہ کفیل سرمایہ کار investor تقسیم کار اور ادارہ تینوں برابر کے حصہ دار ہوں گے اور تینوں کو ہی مالی فائدہ ملے گا۔ نوربخشی کاروباری حضرات جہاں دیگر ہر طرح کے کاروبار میں سرمایہ کاری کرتے ہیں وہاں کتابوں کی اشاعت میں کیوں سرمایہ کاری نہیں کرتے، جب کہ اس میں دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے، دنیوی ترقی بھی ہے اور اخروی نجات و فلاح بھی۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ نوائے صوفیہ کا چندہ جن نمائندوں کے پاس واجب الادا ہے، وہ اس رقم کی بروقت ترسیل سے پس و پیش کر رہے ہیں۔ رسالے کی قیمت وصول نہ ہوگی تو اگلا شمارہ کیسے چھپے گا؟ جن لوگوں کے ذمے رسالے کی رقم واجب الادا ہے انہیں فی الفور یہ رقوم فی الفور ادارے کو ارسال کرنی چاہئیں۔ ان کی گردنوں پر یہ بہت بڑا بوجھ ہے۔ جس کا دنیا اور آخرت دونوں میں کڑا حساب ہو گا۔

ایک اور اہم معاملے کی طرف اہل صوفیہ نوربخشیہ کی توجہ مطلوب ہے۔ حضرت علامہ محمد بشیر کے علاج معالجے اور بعد از وفات آپ کی تجہیز و تکفین وغیرہ معاملات پر اہل نوربخشیہ تعاون مثالی رہا ہے۔ حضرت علامہ کی وفات کے بعد ان کے پس ماندگان کی ضروریات کا خیال رکھنا بھی ہمارا اہم قومی فریضہ ہے۔ اہل نوربخشیہ کو بالعموم اور اہل اسلام آباد کو بالخصوص اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ اس محسن قوم کی روح کو سکون حاصل ہو۔ حضرت علامہ کی کتابوں کی نشر و اشاعت شاہ ہمدان پبلی کیشنز کے حوالے کی جائے اور شاہ ہمدان پبلی کیشنز اس اشاعت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک تہائی حصہ حضرت علامہ کے پسماندگان کی کفالت کے لیے مختص کرے۔ امید ہے تمام درد مند نوربخشی ان اہم ترین قومی معاملات پر غور و خوض فرماتے ہوئے افراد یا اداروں یعنی انجمنوں، تنظیموں کی سطح پر اپنا اپنا کردار ادا کریں گے۔

شاہ ہمدان پبلی کیشنز کے زیر اہتمام کتاب 'معارف نوربخشیہ' منظوم ترجمہ 'مثنوی اسرار الشہود' حضرت شمس الدین اسیری لاہیجی نوربخشی' چھپ کر تیار ہے۔ مذکورہ بالا فارمولے کے تحت گزارش ہے کہ ایک یا ایک سے زیادہ نوربخشی صاحب ثروت سرمایہ کار یا نوربخشی ادارے اس کتاب کے نسخے شاہ ہمدان پبلی کیشنز سے یک مشت ادائیگی کی بنیاد پر حاصل کرکے اپنے طور پر اسے فروخت کرے۔ کتاب کی فروخت سے جو آمدنی حاصل ہو گی اس کا ایک تہائی حصہ سرمایہ کار کو ملے گا۔ محتاط اندازے کے مطابق کسی بھی اچھی نوربخشی کتاب کے ایک ہزار نسخے فوری فروخت ہو سکتے ہیں اور سرمایہ کاری کرنے والے کو انشاء اللہ اخروی فائدے کے ساتھ ساتھ دنیوی مالی فائدہ بھی حاصل ہو گا۔

☆☆☆☆☆

سفرنامہ

سفرِ سعادت کے تجربات و مشاہدات

تحریر: غلام حسن ہمسو ایم اے

حج وعمرہ اوران کا پس منظر و پیش منظر، ان سے وابستہ اعمال ووظائف اوران سے متعلق مقامات کا تعلق اگرچہ حضرت ابراہیم، ان کی اہلیہ حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہم السلام کے عشق و محبت خداوندی سے ہے اسی عشق خداوندی میں انہوں نے جو بے مثال استقامت اور ایثار وقربانی سے کام لیا اللہ تعالیٰ کو ان کی ادائیں ایسی پسند آئیں کہ انہیں تا قیام قیامت اپنے نیک اور باوفا بندوں کے لئے حج وعمرہ کی صورت میں یادگار رکھنے کا بندوبست کیا۔

آج بھی ایک زائرِ حرم کو عشق ومحبت الٰہی میں ان تمام مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جن سے یہ تینوں گزرے تھے یوں یہ سب زائرِ حرم کو عشق الٰہی میں اپنی ذات کو فنا اورکلی طور پر نیست و نابود ہونے کے مراحل سے گزارنے کا درس دیتے ہیں خانہ کعبہ کا والہانہ طواف، صفاو مروہ کے درمیان سعی، قربانی، وقوف عرفات، رمی جمرات، طواف کے دوران رمل و استلام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، جبل رحمت، استوانہ حنانہ، سب کے سب اور تمام کے تمام فنا ہونے، فدا ہونے، ایثار اپنانے اور قربان ہوجانے کے مظاہر ہیں۔

ہم ایک عرصے سے اپنے ناتوان اور کمزور دل میں سفر سعادت کا شوق پال رکھتے تھے کیونکہ ہمیں تیس سال پہلے اس موضوع پر ایک کتاب لکھنے کی توفیق پہلے حاصل ہوئی تھی۔ اس تصنیف کے دوران مختلف کتابوں میں سفر سعادت کے فیوض وبرکات، اہمیت و افادیت اور دینوی واخروی فوائد کے بارے میں بہت سارا مواد ہماری نظروں سے گزر چکا تھا چنانچہ اس کے بارے میں دل کا مچل جانا ایک فطری عمل تھا اسی فطری جذبے کے علاوہ ہماری مسلمانیت اور خوشحالی کا تقاضا بھی اس کے بارے میں دوٹوک تھا یوں یہ ایک ایسی خواہش اور تمنا بن گئی تھی جس پر باقی تمام خواہشیں اور حسرتیں قربان کرنے کے لئے ہم تیار تھے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے حال ہی میں ہمیں اس سعادت کے حصول لئے وسائل مہیا فرمائے چنانچہ ہم اکیلے جانے کی بجائے اہلیہ کو بھی شریک سفر کرتے ہوئے سفر سعادت پر نکل پڑے۔

ہم نے قریبی اعزہ اور بزرگوں سے پہلے ہی ملاقات کرتے ہوئے ان کی دعائیں لی تھیں جن احباب سے رخصت لینا اور معافی تلافی کے معاملات تھے وہ بھی ہم قبل از وقت مکمل کرچکے تھے چنانچہ ہم نے ۲۶ ستمبر کو گھر سے نکلنے کا پروگرام بنایا کیونکہ ۲۷ ستمبر کو سکردو سے راولپنڈی فلائٹ کنفرم تھی اس لئے ہم نے نماز صبح کے فوراً بعد سکردو روانگی کا فیصلہ کیا تاکہ کسی بھی دوست، رشتہ دار اور اہل محلہ کو کسی بھی قسم کی زحمت نہ پہنچنے پائے۔ چنانچہ کسی کو کانوں کان خبر ہونے دیے بغیر ہم خاموشی سے سکردو جا پہنچے وہاں بھی کسی عزیز کو اطلاع نہیں دی تاکہ اس سلسلے میں کسی کو بھی کوئی زحمت نہ ہو۔ اگلے دن ہم راولپنڈی پہنچے۔ ہم نے اسلام آباد اور پنڈی میں مقیم کسی بھی احباب کو اپنے آمد کی اطلاع نہیں دی تھی پھر بھی ہمارے نفس کے کونے کھدروں میں یہ توقع انگڑائی لے رہی تھی کہ:

" کیونکہ ہم سفر سعادت پر روانہ ہورہے ہیں اس لئے کچھ احباب یقیناً ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لئے موجود ہوں گے اور وہ ہماری خوب آؤ بھگت کریں گے "

اسی بناء پر ہم نے ایئرپورٹ سے باہر نکلتے وقت چوری چھپے کن

انکھیوں سے وہاں موجود ہزاروں افراد کی جانب نگاہ ڈالی مگر ہمیں وہاں کوئی شناسا چہرہ نظر نہیں آیا جس کی وجہ سے ہمارے نفس امارہ کو بڑی مایوسی ہوئی نفس کی مایوسی نے ہمیں بڑا روحانی فائدہ دیا۔ہم نے فیصلہ کیا کیونکہ چڑی/ اسلام آباد میں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں کیوں نہ حاجی علی بہادر کو میزبانی کا شرف بخشیں چنانچہ ہم ایئر پورٹ سے سیدھے ان کے ہاں چلے گئے وہ خود بھی ہمارے ساتھ سفر سعادت پر روانہ ہو رہے تھے اورانہوں نے ہماری صلاحیت کو مدنظر رکھ کر ہماری گروپ لیڈری میں حج وعمرہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔چنانچہ ہم ان کے ہاں جا اترے اگرچہ حاجی علی بہادر سے ہم واقف تھے لیکن ان کے بیٹے اور بہو کے نام تک سے ہم واقف نہیں تھے لیکن انہوں نے ہمیں وی آئی پی پروٹوکول دیا اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے۔آمین

ہم نے اسلام آباد پہنچتے ہی اولین فرصت میں حاجی کیمپ جا کر وہاں مختلف تربیتی کیمپوں، ضروریات حج کے سامان والے سٹالوں کا دورہ کر کے سفر سعادت سے متعلق بروشر اور معلومات حاصل کیں اور ساتھ ہی یرقان، پولیو، گردن توڑ بخار کے ٹیکے لگوا کر میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔وہاں کام کرنے والے بوائے سکاؤٹ کے جوانوں نے بڑی مدد دی۔طرح طرح کی افواہوں کو سنا اور ان کے بارے میں تحقیق کرنے اور حالات کا تجزیہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ان سے بھی ہمیں قیام حجاز کے دوران بے پناہ فائدہ ہوا۔

عازمین حج وعمرہ کو بھی اولین فرصت میں ایسا ہی کرنا سودمند ہے بالخصوص تربیتی اداروں سے تربیت اور شائع شدہ مواد کا حصول اور ان کا مطالعہ سودمند ہونے کے علاوہ ضروری بھی ہے جن کی روشنی میں سفر سعادت کو خوشگوار اور نتیجہ خیز بنانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

ہمیں معلوم تھا کہ دوران حج وعمرہ کافی حد تک پیدل چلنا پڑتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ کتنی مسافت پیدل چلنا پڑتا ہے؟ حاجی کیمپ سے ملنے والے بروشرز کے مطابق یہ پانچ سے سات کلومیٹر کی مسافت بنتی تھی اگرچہ ہم خپلو میں روز دور دور تک پیدل چلنے کے عادی تھے لیکن اتنی مسافت کے نہیں۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ قیام اسلام آباد کے دوران تین چار میل روز واک کرنا چاہئے چنانچہ ہم میاں بیوی قیام اسلام آباد کے آٹھ دن روز صبح وشام واک کرتے رہے۔جس کا دوران حج وعمرہ ہمیں بے حد فائدہ ہوا۔عمرہ کی ادائیگی کے موقع پر قیام گاہ سے حرم + بس اڈہ + پھر طواف کے سات چکر + اور سعی کے سات پھیرے + پھر واپسی میں پیدل سفر = یہ کل تقریباً سات کلومیٹر بنتا تھا جس میں بس میں طے کی جانے والی مسافت شامل نہیں اس قدر تھکا دینے والی پیدل واک میں تھکاوٹ اور جسمانی کمزوری سے ہم الحمدللہ دور رہے۔

اس تجربے کی روشنی میں ہم زائرین حرم کو یہ مشورہ دیں گے کہ جن عزیزوں کو بلتستان کی زمینداری کے پُر مشقت کام کرنے کی عادت نہیں وہ حج پر جانے سے پہلے خوب واک کیا کریں ویسے بھی زیادہ سے زیادہ واک جسمانی صحت کے لئے انتہائی مفید ہے۔جو حضرات موٹے اور لحیم وشحیم ہیں وہ اپنا وزن کم کریں کیونکہ یہ بھاری بھرکم وزن مناسک حج میں بڑی رکاوٹ بنتا ہے۔نیز جنہیں رات کو دیر تک جاگنے اور صبح دیر تک سونے کی عادت ہو وہ جلد سونے اور رات کے پچھلے پہر اٹھنے کی عادت ڈالیں یہ باتیں ان کے لئے بے حد مفید ثابت ہوں گی۔

ہم ۱۷ اکتوبر کو رات چار بجے مکہ مکرمہ پہنچ گئے نماز صبح کے فوراً بعد ناشتہ کر کے عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہم نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھ کر ۱۹۸۴ میں شائع کی تھی کتابی حد تک حرم کا چپہ چپہ ہمیں معلوم تھا اور تمام احکام و مناسک حج سے ہم واقف وآگاہ تھے۔ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ طواف حجر اسود سے شروع کرنا اور اسی پر اختتام کو پہنچانا ہوتا ہے اور حجر اسود کعبہ شریف کے شمالی دیوار میں نصب ہے۔ہماری واقفیت کا بھانڈا اس وقت پھوٹا جب ہم عزیزی ڈاکٹر محمد اشرف سلمہ الرحمن کی قیادت میں پہلی بار طواف کعبہ کے لئے حرم شریف پہنچے ہم چار پانچ گروپ کے پچیس تیس بلتی تھے وہاں لاکھوں لوگ طواف میں مصروف تھے وہاں کوئی حجر اسود دکھائی دیتا تھا نہ کعبہ شریف کی شمالی دیوار کا پتہ چلتا تھا ابھی ہم کعبہ شریف کے شمال

جنوب کا اندازہ کرنے اور حجرِ اسود تلاش کرنے میں سرگرداں تھے اگر اس گتھی کو ڈاکٹر صاحب نہ سلجھاتے تو معلوم نہیں کہ ہم کب تک یہیں حیران و سرگرداں رہ جاتے؟ ڈاکٹر صاحب نے سبز ٹیوب لائٹ کی جانب متوجہ کرتے ہوئے کعبہ کی طرف رخ کرنے اور استلام کے ساتھ طواف شروع کروایا۔ پہلے ہی چکر کے دوران ہجوم میں ہمارے ساتھی ہم سے بچھڑنے لگے تیسرے چکر کے آخر میں صرف ہم چار یعنی ہم میاں بیوی اور ہمارے ساتھ کھرگوچلو سے جانے والی ایک خاتون شکور بی بی اور ہمارے قائد ڈاکٹر صاحب رہ گئے باقی سب ہجوم میں ہم سے بچھڑ گئے چنانچہ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں طواف مکمل کیا پھر سعی کرکے باہر نکل آئے۔حرم سے باہر آ کر جب مختلف لوگوں سے موبائل پر رابطہ کیا تو کوئی چوتھے، کوئی پانچویں، کوئی چھٹے چکر میں اور کوئی سعی کر رہے تھے بہت انتظار کے بعد کچھ ساتھی ہم تک پہنچ گئے یوں ہم اپنے ڈیرے پر واپس آ گئے اس طرح ہمارے لئے ڈاکٹر صاحب فرشتۂ رحمت ثابت ہوئے۔جن کی قیادت میں ہمیں پہلی بار طواف مکمل کرنے کا موقع ملا۔اللہ تعالیٰ انہیں دوجہاں کی کامرانی عطا فرمائے۔آمین

ہمارا مشورہ ہے کہ عازمین حج وعمرہ کم از کم پہلا طواف وسعی وہاں موجود کسی فرد کی راہنمائی بلکہ قیادت میں بجا لائیں اگر ایسا ممکن نہیں تو کم از کم پہلے حج بجالانے والے کسی فرد کی قیادت میں بجالائیں اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کسی عالم دین کی راہنمائی میں یہ مرحلہ طے کریں انہیں باقی ایام میں مناسک حج وعمرہ کی بجا آوری میں یہ بے حد مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

ہم ۲ اکتوبر کو مکہ پہنچ گئے تھے اور حج کے لئے ابھی چند دن باقی تھے چنانچہ اس فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے مقاماتِ حج کو دیکھنے کا پروگرام بنایا اس سلسلے میں بالخصوص ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کے دنوں میں رمی کے موقع پر انتہائی رش ہوتا ہے اس لئے حکومت کی جانب سے بہت زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے باوجود اس موقع پر ہر سال کئی کئی لوگ کچلے جاتے ہیں چنانچہ ہمیں اس موقع پر مختلف تدابیر اختیار کرنے کی بار بار ہدایات ملتی رہیں اور ٹی وی پر بھی مختلف طریقوں سے اس کی نشاندہی کی جاتی رہی چنانچہ ۹ اکتوبر کو ہم نے مولانا سید اکبر علی تخلص کی قیادت میں ان مقامات کا قبل از وقت معائنہ کا پروگرام بنایا جنہوں نے ایک سال پہلے بھی حج کی سعادت حاصل کی تھی۔خوش قسمتی سے مذکورہ مقامات ہماری رہائشگاہ سے زیادہ دور بھی نہیں تھے وہی چار پانچ کلومیٹر کا فاصلہ تھا جسے ہم نے پیدل ہی طے کیا ہم نے منیٰ میں مسجد خیف، قربان گاہ اور غار حرا وغیرہ کی زیارت کی اور تینوں جمرات، ان میں رمی کرنے کے مقامات اور رمی کے لئے اندر آنے اور تکمیل رمی کے بعد باہر جانے کی جگہوں کا اور منیٰ میں اپنی متوقع قیامگاہ کا اچھی طرح معائنہ کیا یہ بھی ہمارے لئے بے حد مفید رہا بعد میں مناسک حج کی ادائیگی میں اس سے ہمیں بڑی مدد اور سہولت ملی۔

عازمین حج کو بھی اولین فرصت میں ایسا کرنا سودمند اور مفید رہتا ہے اور کسی پریشانی کے بغیر باسہولت مناسک حج کی ادائیگی بآسانی ہو جاتی ہے۔

یہ اکتوبر کی ۹ تاریخ ہے اور ہم میاں بیوی منیٰ سے واپسی کے بعد انڈیا حج مشن کی بس کے ذریعے کعبہ شریف جا رہے ہیں جو عزیزیہ سے محبس الجن نامی جگہ تک جاتی ہے وہاں سے سعودی حکومتی کمپنی کی بس حرم شریف تک پہنچاتی ہے حرم شریف سے عزیزیہ جانے کے لئے حرم سے محبس الجن تک سرکاری بسیں چلتی ہیں پھر عزیزیہ جانے کے لئے ایران، ترکی اور انڈیا حج مشن کی بسیں چلتی ہیں پاکستان حج مشن کا روٹ الگ ہے جس میں بہت زیادہ فاصلہ پیدل طے کرنا پڑتا ہے جبکہ بس روانگی کا انتظار الگ مسئلہ ہے۔

آج کے سفر میں ہمارے مشاہدے میں یہ بات آئی کہ حرم شریف اور محبس الجن کے درمیان پہاڑ میں اوپر تلے نیچے چار ٹنل ہیں اور چاروں چوڑی سڑکیں ون وے ہیں۔دو سڑکیں حرم شریف سے محبس الجن اور دو سڑکیں حرم شریف سے عزیزیہ۔ اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت اور دولت کے ذریعے انسان کو کتنی قوت اور تسخیر کائنات کی قدرت سے نوازا ہے؟ سبحان اللہ! ڈیڑھ دو کلومیٹر لمبی ٹنل نہ صرف سیدھی ہے بلکہ چوڑی اور اونچی بھی ہے جن میں نیچے سینکڑوں طرح طرح کی چھوٹی بڑی گاڑیاں رواں دواں رہتی ہیں جبکہ دیوہیکل پنکھے دن رات چلتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے اتنے لمبے ٹنل میں کوئی حبس ہے نہ گاڑیوں کے ایندھن جلنے کی بو۔ چاروں سڑکوں کے دونوں

اطراف پیدل چلنے والوں کے لئے فٹ پاتھ ہیں۔جگہ جگہ آگ بجھانے کا مکمل انتظام بھی ہے۔گاڑیوں میں ہزاروں لوگ آجا رہے ہیں اور فٹ پاتھوں پر ہزاروں لوگ رواں دواں ہیں ہر ایک کا مقصد ایک ہے اور ہر ایک کی آرزو ایک ہے سب دنیا کے اطراف و اکناف سے یہاں آئے ہیں اور لاکھوں خرچ کر کے پہنچے ہیں سب کی زبانوں پر ایک ہی نام ہے اور سب کے دل ایک ہی مقصد کے لئے دھڑک رہے ہیں۔ سبحان تیری قدرت!

ہم چار دن سے حرم شریف میں ہیں لیکن ابھی تک حجر اسود چومنے کا موقع تو درکنار اسے چھونے اور دیکھنے سے بھی محروم ہیں فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہجوم ہر وقت والہانہ طواف میں مصروف ہے حجر اسود تک پہنچنے میں یہی ہجوم رکاوٹ ہے پھر ہمارے ساتھ اہلیہ بھی ہے اس لئے ہمارے لئے حجر اسود تک پہنچنے کا امکان بہت ہی کم ہے ادھر ہمارا اشتیاق برابر بڑھتا جا رہا ہے۔اسی پس منظر میں سعدی کا یہ شعر ہماری زبان پر پھسلتا ہے۔ ؎

دوستان را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمنان نظر داری

یعنی تو تو اپنے دشمنوں کو بھی نظر فضل و کرم سے دیکھتا ہے پھر اپنے دوستوں کو یہ محرومی کیوں؟ کس لئے؟

اسی لمحے یہ اشعار ہمارے دل میں آجاتے ہیں ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں

تم میں حوروں کو کوئی چاہنے والا ہی نہیں

جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

ابھی ہم کعبہ کی جانب والہانہ دوڑ لگانے ہی کو تھے کہ معاً ہمیں ہجوم کا خیال آتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ بیٹھی ہوئی اہلیہ کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔چنانچہ ہمارے اٹھتے قدم رک جاتے ہیں ہم برقی زینوں کے ذریعے حرم شریف کی دوسری منزل پر پہنچ جاتے ہیں اور ہمارے قدم خود بخود ٹھیک اس کونے کی جانب بڑھتے ہیں جہاں سے حجر اسود نظر آتا ہے حیران کن بات یہ کہ ہمیں بآسانی فرنٹ لائین میں جگہ مل جاتی ہے جہاں سے حجر اسود، مقام ملتزم، رکن یمانی اور سنگ اسماعیل صاف نظر آتے ہیں عاشقان مولا والہانہ انداز میں ان سے چمٹ رہے ہیں اور پروانہ وار ان پر نثار ہو رہے ہیں۔ہم نے بھی جی بھر کے حجر اسود کا دیدار کرتے ہوئے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں اگرچہ دور سے ہی۔

شروع میں ہم ہجوم کے ساتھ طواف کرتے رہے مطاف کے علاوہ دوسری منزل اور چھت پر سے طواف کرتے تھے یہ سعی سمیت تقریباً سات کلو میٹر کی مسافت بنتی تھی ایک دن ہم نے فیصلہ کیا کہ کعبہ شریف سے دور دور یہ طواف ٹھیک نہیں لاکھوں کے ہجوم میں مستورات کی وجہ سے کعبہ شریف تک پہنچنا آسان دکھائی نہیں دیتا تھا ایک دن ہم نے "آؤ دیکھا نہ تاؤ" کے تحت ہجوم کو چیر کر در دیوار کعبہ تک پہنچنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اہلیہ سے اپنے ارادے کا اظہار کر دیا وہ تو کب سے یہ ارمان اپنے دل میں پالے ہوئے تھی چنانچہ ہم دھیرے دھیرے کعبہ کی جانب بڑھتے چلے گئے دوسری شوط کے آخر میں ہم دیوار کعبہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہمیں انتہائی حیرت اس بات پر ہوئی کہ باہر جس قدر دھکم پیل اور ہجوم تھا دیوار کعبہ کے ساتھ ساتھ کوئی ہجوم نہیں تھا۔چنانچہ ہم نے باقی ماندہ تمام ایام طواف ہمیشہ دیوار کعبہ کے ساتھ ساتھ بجالانے کو اپنا معمول بنایا جس کا ہمیں بے حد فائدہ ہوا۔ہمیں کبھی کبھی حجر اسود کو چھونا اور دیکھنا نصیب ہوتا تھا جبکہ باہر سے دکھائی دینا ممکن نہیں تھا۔پندرہ بیس منٹ میں طواف کے سات چکر مکمل ہوئے تھے جبکہ باہر سے کم از کم دو گھنٹے کا وقت لگتا تھا۔دیوار کعبہ سے چمٹ جانے اور دعائیں مانگنے کا سنہرا موقع ملتا تھا اسی طرح رکن یمانی، حجر اسماعیل، مقام ملتزم وغیرہ کو مس کرنے اور وہیں دعائیں مانگنے کا خوب موقع ملتا تھا ان کے علاوہ قرب الٰہی کا غیر معمولی شدید احساس ہوتا تھا۔ان فوائد کی بنا پر ہم نے دوسرے ساتھیوں کو بھی اس طریقے سے آگاہ کیا چنانچہ وہ بھی اسی ڈگر پر چل پڑے۔

ہمارا مشورہ ہے کہ باہر باہر سے طواف کی بجائے آہستہ آہستہ کعبہ شریف کی جانب بڑھتے چلے جائیں انشاء اللہ جلد ہی وہ دیوار کعبے تک پہنچ جائیں گے جہاں طواف، دعا، نفل، کم از کم نظارۂ بیت اللہ کا جو لطف آتا ہے وہ باہر باہر سے بجا لائے جانے والے طواف میں کہاں؟ (جاری ہے۔۔۔)

☆☆☆☆☆

احوالِ صوفیہ

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ شہید

تحریر: سید نواز حسین عیسوی

سلسلۃ الذہب کے مرشد طریقت حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ اپنے وقت کے نابغۂ روزگار، زہد و تقویٰ میں بڑی شان والے، اہل اسلام کے قطب، طریقت کے بُرہان اور حقیقت کے علمبردار تھے۔ آپ کا اسم گرامی احمد بن عمر بن محمد ہے۔ آپ 540ھ کو خوارزم شہر کے خیوہ یا خیوق نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ صانع الاولیاء کے لقب سے مشہور ہوئے۔ عالم رؤیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو ابو الجناب (زاہد) کی کنیت سے نوازا۔

آپ بیک وقت امام، فقیہہ، محدث، مفسر، صوفی، زاہد اور عابد تھے۔ آپ کی علمی شہرت چار دانگ میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہزاروں علمائے زمانہ اور سینکڑوں صوفیائے وقت آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ نے مصر، شام، عراق، اور ایران جیسے ملکوں، شہروں اور علاقوں کی سیاحت کی۔ محدث وقت حافظ السلفی وغیرہ سے سماع حدیث کیا شیخ اسماعیل دیزفلی، شیخ عمار یاسر بدلیسی اور شیخ روزبہان کبیر مصری جیسے مشائخ کبار سے طریقت وحقیقت کا علم وعمل سیکھا اور پھر شیخ عمار یاسر بدلیسی نے اپنا خلیفہ بنا کر ماوراء النہر موجودہ سنٹرل ایشیاء روانہ کیا چنانچہ آپ نے خوارزم میں سکونت اختیار کی۔ اہل خوارزم کے دلوں میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ خدا کے دین کی پاسداری کے معاملے میں کسی ملامت گر کے ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین تھے۔ محدثین کی ایک بڑی جماعت سے اخذ حدیث کیا۔ ابن نقطہ فرماتے ہیں ''امام السنة اخذالحديث عن جمع''۔ آپ سے صوفیائے کرام کے ایک جم غفیر نے راہ سلوک کی تعلیم وتربیت پائی اور عظیم کامیابی حاصل کی جن میں شیخ رضی الدین علی لالا غزنوی، شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی، شیخ سعدالدین حموی، شیخ سیف الدین باخرزی، شیخ مجد الدین بغدادی اور امام فخر الدین رازیؒ وغیرہ جیسے نابغۂ روزگار مشائخ بھی شامل ہیں آخر الذکر آپ کی صحبت کی برکت سے زمانے کے ''شيخ الخلوه'' کے مقام پر فائز ہوئے۔ امام رازیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرید کا دل مذموم نیت سے خالی نہیں ہوتا۔ شیخ و مرشد خلوت نشینی کے ذریعے اس باطل نیت کا قلع قمع کرتا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں جب میں خلوت نشین ہوا تو میرے دل میں ایک قسم کی ریا، نمود، شہرت و سمعہ کا جذبہ تھا اور میں چاہتا تھا کہ منبروں پر چڑھ کر وعظ و نصیحت کروں تا کہ میرا شمار بھی اہل طریقت میں ہو جائے حالانکہ میں ان میں سے نہیں تھا۔ دوران خلوت (اعتکاف) مجھے اس قدر کشف ہوا کہ جس سے میں نے پہچان لیا کہ صراط المستقیم کیا ہے کیونکہ میری خلوت نشینی کی بنیاد فاسد غرض و نیت پر

تھی ۔اس لیے خلوت نشینی کے گیارھویں دن مجھے خلوت سے نکال دیا گیا تو میں نے بیرونِ خلوت نشینی اپنی تکلیف دور ہونے تک انتظار کیا اور عزم کیا کہ اگر دوبارہ اعتکاف میں بیٹھنے کا شرف ملا تو صدق نیت سے بیٹھوں گا ۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے صفائے نیت حاصل ہوئی ۔کتابوں کو وقف کیا، جتنے کپڑے تھے غریبوں کو بخش دیے دراہم و دنانیر کو صدقہ کیا ۔دنیا کو پیٹھ پیچھے چھوڑ دیا قیامت کو مدِ نظر رکھا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میں نے کہا کہ یہ جان تیار ہے، لے لے، میرے مرشد شیخ نجم الدین کبریٰؒ نے مجھے خلوت میں رکھا، دورانِ خلوت نشینی (اعتکاف) میرے لیے وہ معنوی دروازے کھلے جس کا مجھے گمان تک نہیں تھا۔

شیخ طریقت نجم الدین کبریٰؒ نے اپنی روحانی تربیت اور اس دوران پیش آنے والے بعض واقعات اپنی مشہور کتاب فوائح الجلال وفوائح الجمال میں درج کردیے ہیں، فرماتے ہیں مجھ پر ایک دن غیبت طاری ہوگئی اس دوران میں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی بھی تھے ۔میں نے آگے بڑھ کر حضرت علی کا ہاتھ تھام لیا اور مصافحہ کیا تو مجھ پر یہ الہام ہوا کہ گویا میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبان مبارک سے خود سن رہا ہوں آپ نے فرمایا: مَنْ صَافَحَ عَلِیًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے علی سے مصافحہ کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

شیخ کبریٰؒ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں دورانِ غیبت عرش پر پہنچا اور ہزار بار طواف کیا، دیکھا کہ عرش کے گرد کچھ لوگ بڑے سکون اور اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ میری سُرعت طواف کو دیکھ کر حیران ہوگئے ۔اور مجھے ان کا طواف کچھ اچھا نہیں لگا میں نے اُن سے پوچھا تم کون ہو؟ اور طواف کے دوران تمہاری یہ سردمزاجی کس وجہ سے ہے؟ تو وہ بولے ہم فرشتے ہیں اور یہ سردمزاجی ہماری طبیعت ہے ہم ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے ۔انہوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ اور یہ سُرعت (تیزی) کس وجہ سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میں انسان ہوں میرے اندر نور اور نار دونوں ہیں یہ سُرعت آتشِ شوق کا نتیجہ ہے ۔

شیخ نجم الدین کبریٰؒ فرماتے ہیں نماز مناجات ہے جب نمازی رحمٰن کا مخالف اور شیطان کا موافق ہو تو اُسے اس مناجات میں لذت نہیں آتی بلکہ اس پر گراں گزرتی ہے کیونکہ مخالف کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنا بہت ہی گراں ہوتا ہے ۔جب رحمٰن کا موافق بن کر شیطان کے ساتھ مخالف ہو تو نماز اس کے حق میں لذیذ ترین شئے بن جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے محبوب کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہے ۔

شیخ کبریٰؒ فرماتے ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہارے پاس حاضر ہونے کی علامت یہ ہے کہ بے اختیار تمہاری زبان پر درود و سلام جاری ہوجائے ۔آپؒ فرماتے ہیں ''سکینہ'' فرشتوں کے ساتھ جمع ہوکر دل پر نازل ہوتا ہے ۔ان کی آمد سے راحت و طمانیت پاتا ہے ۔جبکہ شیطان سے دل پر وحشت طاری ہوتی ہے ۔

شیخؒ کے اساتذہ:

شیخ نجم الدین کبریٰ خود فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ روزبہان کبیرؒ سے علم طریقت، ابن ابی عصرون سے عشق، شیخ

عماریاسر بدلیسیؒ سے خلوت گزینی (اعتکاف نشینی) کا علم اور شیخ اسماعیل قصریؒ سے خرقہ پوشی کا علم حاصل کیا۔ آپؒ کے شیوخ میں شیخ عماریاسر بدلیسیؒ آپؒ کے قلب کے زیادہ قریب ہیں۔ شیخ عماری آپ کے روحانی مددگار اور آپؒ کے مشرب کا سرچشمہ ہیں۔

شیخؒ کے تلامذہ:

۱۔ شیخ الخراسان سیف الدین سعید بن مطہر الباخرزیؒ:

تاتاریوں میں آپؒ ''بالغ شیخ'' کے نام سے معروف ہوئے ہلاکو خان اسی نام سے آپؒ کو جانتا تھا۔ چنگیز خان کا پوتا ''برکہ خان'' اوراس کے امراء کی ایک جماعت نے آپؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بخارا میں آپؒ بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ آپؒ کی معمولات میں صلوٰۃ التسبیح جماعت سے پڑھنا اور محفل سماع میں حاضر ہونا شامل تھے۔

۲۔ مجد الدین بغدادیؒ:

آپؒ 557 556ھ میں پیدا ہوئے 610ء میں شہید ہوئے آپؒ کی شہادت ہی تاتاریوں کے ہاتھوں خوارزم شاہ کی ہزیمت اور شکست کا سبب بنی کیونکہ شیخ مجد الدینؒ کی شہادت کا دُکھ جب شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو پہنچا تو شیخ نے خوارزم شاہ کو بددعا دی تھی۔

ہیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد
تا دلی صاحب دلی ...

۳۔ نجم الدین دایہؒ:

آپؒ بڑے صاحب حال و مقامات تھے آپؒ نے حجاز، مصر، شام، آذربائیجان، خراسان اور خوارزم کی سیاحت کی۔ آپؒ کثیر التصانیف ولی اللہ تھے۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتابیں:

۱۔ مرصاد العباد من المبدأ الی المعاد
۲۔ سراج القلوب
۳۔ معیار الصدق فی مصداق العشق ہیں۔

۴۔ سعد الدین الحمویؒ:

آپؒ کے ہاتھوں تاتاریوں کی ایک کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا۔ آپؒ کی تصانیف میں سے محبوب القلوب، تجلجل الارواح اور رسالہ المصباح فی التصوف قابل ذکر ہیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰؒ کی تصانیف:

آپؒ نے بکثرت کتابیں اور رسائل لکھے ہیں آپ کا شمار کثیر التصانیف بزرگان سلسلۃ الذہب میں ہوتا ہے ان میں سے کئی کتابیں کئی کئی بار شائع ہوئی ہیں اور مختلف زبانوں میں ان کے تراجم، خلاصے اور شروح شائع ہوئے ہیں۔ یہاں ہم آپ کی صرف مشہور تصانیف درج کرتے ہیں:۔

۱۔ الاصول العشرہ
۲۔ التاویلات النجمیہ (پانچ جلدوں میں قرآن پاک کی صوفیانہ نقطہ نظر سے تفسیر)
۳۔ الرباعیات ۴۔ فوائح الجمال و فواتح الجلال
۵۔ سکینۃ الصالحین ۶۔ طوالع الحدس
۷۔ السائر الحائر ۸۔ الاصول العشرۃ
۹۔ الہائم الخائف

شہادت:

آپؒ 618ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور اپنی ہی خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆

اسلامیات

جہیز کا تصور

تحریر: ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

غریب و مفلس اور محتاج والدین کی زندگی کس قدر مشکل ہوتی ہے۔ ان کا دل میر تقی میر کے بقول مفلس کے چراغ کی طرح سرِ شام ہی ٹمٹمانا شروع کر دیتا ہے اور بجھا سا رہتا ہے۔ امراء کا طبقہ کلبوں اور فائیو سٹار ہوٹلوں میں دادِ عیش دے رہا ہوتا ہے۔ جبکہ غریب والدین جن کے شانوں پر جہیز کا بوجھ ہوتا ہے، سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہوتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں:

''جہاز اس سامان کو کہتے ہیں جو کسی کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور تجہیز کا معنی ہے اس سامان کو اٹھانا یا بھیجنا۔''

(بحوالہ المفردات فی غریب القرآن' مصر' ۱۳۸۱ ایڈیشن' صفحہ نمبر ۱۰۱)

اسلام میں نکاح کے وقت چھوہارے یا شیرینی تقسیم کرنا اور نکاح کے بعد توفیق کے مطابق دعوت ولیمہ اسلامی رسمیں ہیں۔ چونکہ ہندو قانون میں لڑکیوں کو جائیداد میں حصہ نہیں ملتا لہٰذا شادی کے وقت لڑکی کو جہیز دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی اس رسم بد کو اپنا لیا اور اب ہم بھی اس بد رسم کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اگر ہم قرآن پاک کا مطالعہ کریں تو ہمیں جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی جہیز کا کوئی تصور نہیں۔ صحاح ستہ اور دیگر احادیث کی کتب اور فقہاء کی کتابوں میں ہمیں جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا۔

عورت کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا مرد پر فرض ہے اور یہی بنیادی ضرورتیں جہیز کی شکل میں مرد پورا کرتا ہے۔ دورِ جدید کے معروف فقیہ امام محمد ابوزہرہ ''متاع البیت'' میں لکھتے ہیں:

''گھریلو ساز و سامان کی تیاری خاوند پر واجب ہے''۔

(بحوالہ: محمد ابوزہرہ الاحوال الشخصیہ' طبع دار الفکر العربی ۱۹۷۷ء' صفحہ ۲۳۸)

جہیز کی تیاری خاوند کے ذمے ہے۔ یہ رائے ابو زہرہ نے بیان فرمائی ہے۔ علامہ سید سابق تحریر کرتے ہیں:

''گھر کی شرعی تیاری اور گھر کے لیے ہر اُس جہیز کا مہیا کرنا جس کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً سامان' بستر اور برتن وغیرہ یہ خاوند کے ذمے ہے۔''

(السید سابق' فقہ السنہ، جلد دوم' بیروت' صفحہ نمبر ۱۶۷)۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو جہیز دیا۔ کیا آپؐ نے اپنی اور بیٹیوں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو بھی جہیز دیا۔ حافظ محمد سعد اللہ اپنے مقالہ' جہیز کی شرعی حیثیت' میں رقمطراز ہیں: ''دورِ نبویؐ میں سوائے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے موقع کے کوئی ایسی شادی نظر نہیں آتی کہ جس میں شادی کے موقع پر خاوند کی طرف سے سامان جہیز دیا گیا ہو''۔

(جہیز کی شرعی حیثیت، سہ ماہی منہاج، جولائی ۱۹۸۶ء، لاہور، صفحات ۱۷۰۔۱۲۹)

اُندلس کے معروف عالم ابن حزم اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں:

''عورت کو اس بات پر مجبور کرنا جائز نہیں کہ
وہ خاوند کے پاس سامان جہیز لائے''

(بحوالہ المحلی، طبع مصر، ۹: ۲۱۸)۔

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری تحریر کرتے ہیں:

''خاوند کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ عورت
سے جہیز لانے کا مطالبہ کرے۔''

(بحوالہ الفقہ علی مذاہب الاربعہ ۴: ۲۱۷، مصر ایڈیشن)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے: ''خاوند بیوی کے باپ سے کسی شے کا مطالبہ نہ کرے۔'' (فتاوی عالمگیری ۱: ۳۲۸، مصر ایڈیشن، ۱۳۱۰ھ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے ثابت ہے کہ:

(۱) آپؐ نے جہیز میں کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو اپنی رقم سے نہیں دی۔

(۲) حضرت علیؓ نے ضرورت کا سامان حضرت فاطمہؓ کو دیا۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کو ضرورت کا سامان ان کے شوہر عالی مقام نے عطا فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے:

(i) خوشبو، (ii) ایک پلنگ، (iii) ایک بستر، (iv) ایک چادر، (v) دو چکیاں، (vi) ایک مشک

(بحوالہ: علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ، جلد دوم، صفحہ ۴۵۶)

واضح ہو کہ یہ جہیز نہیں تھا بلکہ سامانِ ضرورت تھا جو حضرت علیؓ نے حق مہر کی رقم سے خرید کر حضرت فاطمہؓ کو دیا تھا۔

ابوجعفر طوسی کی روایت کے مطابق (بحوالہ کتاب الامالی، ۳۹، طبع جدید نجف اشرف، عراق) حضرت علیؓ نے اپنی زرہ بیچ کر رقم آپؐ کی جھولی میں ڈال دی۔ آپؐ نے اس میں سے دو مٹھی بھر کر حضرت ابوبکرؓ کو دی جنہوں نے حضورؐ کے فرمان کے مطابق حضرت فاطمہؓ کے لیے یہ اشیائے ضرورت خریدیں:

(i) ایک قمیص، (ii) ایک اوڑھنی، (iii) ایک خیبری سیاہ چادر، (iv) ایک بنی ہوئی چارپائی، (v) بستر کے دو گدے، (vi) ایک صوف کا بستر، (vii) ایک چمڑے کا مشکیزہ، (viii) دودھ کے واسطے ایک کوزا۔

جب یہ سامان آنجنابؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے یہ دعا فرمائی: ''بارک اللّٰہ لاھل البیت''۔ ''اے اللہ! اہل بیت کے لیے برکت عطا فرما۔''

خلفائے راشدینؓ کے دور مبارکہ میں بھی جہیز کا کوئی تصور نہیں ملتا ہے۔ پاکستان میں جہیز غریب والدین کے لیے ایک سنگین معاشرتی مسئلہ ہے جبکہ امیر لوگ لاکھوں روپے کا جہیز دیتے ہیں۔ جہیز میں سونے کے زیورات کا رواج بھی والدین کے لیے ایک انتہائی مالی بوجھ ہے۔ اشد ضرورت ہے کہ علماء اور اہل دانش جہیز کی منسوخی کے لیے قانون سازی کے لیے حکومت سے رجوع کریں۔ بیٹیوں کو والدین کی جائیداد میں حصہ دیا جائے اور اس ضمن میں ملک میں قانون سازی ہو اور اس پر عمل درآمد ہو۔

☆☆☆☆☆

بیادِ ابوالعرفان

نہایت شفیق ہمارے والد

تحریر: دختر ابوالعرفان علامہ محمد بشیر (مرحوم)

رب العالمین نے کائنات کے ہر شخص کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت والدین ہیں۔وہ اولادیں خوش نصیب ہیں جو اپنے والدین کے ساتھ زندگی کے ایام گزارتے ہیں۔والدین کا سایہ ان کے سروں پر دیر تک قائم رہتا ہے۔ والدین کی سرپرستی اور نگاہ ان پر ہمیشہ پڑتی رہتی ہے۔

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر ایک ایسا نام جو کسی بھی نوربخشی کے لیے اجنبی نہیں بلکہ باقی فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی اس نام سے بخوبی آشنا ہیں۔ہمارے والد نے ہمیں اس دنیائے فانی میں چھوڑ کے جا چکے ہیں۔آج ہم دستور دنیا کے مطابق ان کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں۔کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا جب باپ کی شفقت کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ جائے گا۔

قارئین! ہمارے والد ایک باکمال عالم دین کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ہم یہاں ان کا ذکر بطور والد کے کریں گے۔

ہمارے والد ایک باکمال اور باعمل عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نہایت شفیق باپ بھی تھے۔انہوں نے ہمیں عملاً کر کے دکھایا کہ زندگی کیسے گزاری جائے۔ ہمارے والد کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا پختہ یقین تھا کہ کبھی بھی مال و دولت کا ذخیرہ نہیں بنایا اور نہ ہی مال و دولت کی ہوس کی اور جتنی والد کی آمدنی تھی اس میں وہ ہمیں شہزادیوں کی طرح پالتے رہے۔

ہم نے والد کے منہ سے تو دور کی بات کبھی والدہ سے بھی مالی پریشانی کا ذکر نہیں سنا۔والد صاحب نے ہماری تمام ضروریات کا خیال رکھا اور کبھی کسی چیز کی کمی محسوس ہونے نہیں دی اور نہ کسی چیز کی تنگی ہونے دی۔والد صاحب زمین و جائیداد میں بھی کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ایک مرتبہ آج سے دس سال پہلے کی بات کی جب امی نے ابو سے کہا کہ فلاں جگہ پر آبادی کم ہونے کی وجہ سے پلاٹ نہایت سستے داموں مل رہا ہے ہم بھی زمین کا ایک ٹکڑا خرید لیتے ہیں۔تو والد صاحب نے یوں جواب دے کر ٹھکرا دیا کہ ”**کھیانگ سانگ دنیات کھونگ بیما**“ اس کے بعد امی نے کبھی دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کی۔

امی بتاتی ہیں کہ ابو ہم بہنوں کی پیدائش سے پہلے بھی گھریلو دیکھ بھال کا خیال رکھتے تھے۔ابو گھر کی دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ گھر کی صفائی، کپڑے دھونا، کھانا پکانا، یہاں تک کہ ہمیں کھانا کھلایا بھی کرتے تھے۔ ہماری تعلیم وتربیت اور پرورش میں ابو امی کے ساتھ پیش پیش ہوتے اور ان کے ہاتھ بٹانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب میں بہت چھوٹی تھی تو میرے منہ میں چھالے پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے میں کچھ نہیں کھا سکتی تھی۔تب ابو مجھے اس وقت کھانا چبا کر کھلاتے تھے اور میں شوق سے کھاتی تھی۔

ہم نے اپنی پوری زندگی میں ابو امی کو آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا اور نہ ہی آپس میں بحث و مباحثہ کرتے ہوئے پایا۔ ابو نے کبھی کسی کو نہیں مارا۔مگر جب ہم چھوٹے کو رلاتے تھے تب ابو ہلکی سی ڈانٹ کے ساتھ منع کرتے تھے۔اور کہتے تھے چھوٹوں کے ساتھ پیار کیا کرو۔

ہم آٹھ بہنیں اور ایک بھائی ہے۔مگر پھر بھی ہمیں تعلیم و تربیت سے دور نہیں رکھا۔تعلیم میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ہم سب بہنوں کو گریجویشن اور ماسٹر تک کی تعلیم دلوائی۔تعلیم کا سلسلہ اب بھی بہت سے نیک لوگوں کی مدد سے جاری ہے۔

ہمارے والد بہت مہمان نواز بھی تھے۔ تقریباً ہر وقت گھر میں عقیدت مندوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ مہمان نوازی کے لیے ابو چائے اور کھانا خود پیش کرتے اور عاجزی ایسی تھی کہ مہمانوں کی جوتیاں سیدھی رکھتے تھے۔ ابو کے متعلق ہم نے ایک چیز نوٹ کی کہ ابو پوری رات جاگتے تھے، تہجد گزار تھے اور صبح کے وقت دو گھنٹے سوتے تھے۔ جب رات کو ہم سے کوئی جاگتا تو ابو کو صحن میں جھاڑو لگاتے ہوئے پاتے۔ یہ بات بہت عجیب لگتی تھی کہ رات کے اندھیرے میں جھاڑو لگانا تب سمجھ نہیں آتا تھا۔ جب شعور آیا تب اپنے والد کے اصل مقام اور حیثیت کا پتہ چلا۔

نہایت شفیق باپ اور ایک فرض شناس شوہر کے ساتھ ساتھ ہمارے والد صوفیہ نوربخشیہ کا درد رکھنے والے ایک مجاہد بھی تھے۔ والد صاحب نے جب اپنی تعلیم مکمل کر چکے تو ان کو مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے آسائش و سہولت کے ساتھ کام کرنے کی درخواست کی۔ یہاں تک کہ ابو کو سعودی عرب سے بھی ایک دعوت نامہ موصول ہوا کہ گھربار کو لے کر سعودی عرب روانہ ہو جائیں۔ مگر والد صاحب نے صرف اور صرف اپنے مسلک، مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی خاطر تمام دعوت ناموں کو نظرانداز کر دیا۔ اور اسی مسلک کی تبلیغ و ترویج کو اپنی زندگی کا اصل حقیقت بنایا۔ اور اپنی زندگی اسی مسلک کی خدمت میں گزار دی۔ والد صاحب مسلک صوفیہ نوربخشیہ سے بہت محبت کرتے تھے کیونکہ یہی مسلک ہے جو دین اسلام کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ اور سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ موسوی قہستانی کی مرتب کردہ ممتاز فقہی کتاب الفقہ الاحوط اسی بات کا بہترین ثبوت ہے۔ والد صاحب نے جب دیکھا کہ بعض لوگ نوربخشی عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں ہم آپس میں ایک ہیں کہہ کر اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔ اور اپنے عقائد کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ صورتحال دیکھی تو والد صاحب سے برداشت نہیں ہوئی اور اس مسلک کی آبیاری اپنا فرض سمجھتے ہوئے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی فقہی کتاب الفقہ الاحوط اور کتاب الاعتقادیہ کا آسان اور عام فہم اردو میں ترجمہ کر کے ہر نوربخشی فرد کے لیے اپنے عقائد اور نظریات سمجھنے میں آسانی پیدا کی۔ تاکہ نوربخشی لوگ اپنی مسلک کے صحیح عقائد و احکامات جان سکیں اور اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اس سے زیادہ کیا بیان کیا جائے کہ والد صاحب کی شخصیت اور ان کا کردار سب کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔

آخر میں ہم ان اندرون و بیرون ملک مقیم ان تمام لوگوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے مالی، فعلی، قولی تعاون سے ہمارے والد کا بہترین طریقے سے علاج ہوتا رہا۔ اس کے علاوہ انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے بھی نہایت مشکور ہیں۔ جنہوں نے ہمارے والد کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے نام پر رہائش کی سہولت کے ساتھ ساتھ جو دیگر سہولتیں موجود تھیں وہ تمام سہولتیں ابھی بھی دے رکھی ہیں۔

ہم ایک بار پھر والد صاحب کے تمام عقیدت مندوں کا تہہ دل سے مشکور ہیں جنہوں نے والد صاحب کی رحلت پر ہر جگہ نماز جنازہ ادا کی، قرآن خوانی کی اور دعائے خیر کی۔ اس کے علاوہ بذریعہ فون، خط، پیغام اور گھر میں تشریف فرما کر ہمیں تعزیت کی۔ یقیناً یہ سانحہ نہ صرف ہمارے لیے ہیں بلکہ ملت صوفیہ نوربخشیہ کے لیے کسی سانحہ عظیم سے کم نہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس عظیم مسلک کی آبیاری ترقی و ترویج اور تبلیغ دین کے لیے ایسے مجاہد اور علمائے دین سے نوازے۔ آخر میں میں اپنی والد کی چند سطریں قارئین کے لیے گوش گذار کرتی ہوں جو ان کی زندگی کا اصل مقصد تھا۔

"اهل صوفیه نوربخشیه کے لیے ضروری ہے که وه اپنے سلسله ذهب کے بزرگان دین کے نقوش قدم پر چلتے رهیں. کتاب الفقه الاحوط پر مکمل طور پر عمل پیرا رهیں. کتاب الاعتقادیه کے مطابق صحیح عقائد اپنائیں اور عملی زندگی بسر کریں. هر ایک صوفی نوربخشی صحیح معنوں میں صوفیانه اسلامی معاشرے کا فرد کامل بننے کی کوشش کرے تاکه هر هر نوربخشی سعادت دارین کا حق دار قرار پائے یهی دل کی تمنا هے."

بیاد ابوالعرفان

ولی وقت، عالم باعمل، صوفی بزرگ
حضرت علامہ محمد بشیر (مرحوم)

(گزشتہ سے پیوستہ)

تحریر: جی ایچ معروفی

اسی طرح علامہ صاحب اور اُن کی تنظیم کے بارے میں انجمن فلاح و بہبود نوربخشیہ پاکستان کراچی کے صدر بابو عبداللہ بلغاری مرحوم نے نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کراچی اور ندوہ اسلامیہ کے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہمارے علمائے بلتستان کا مزاج بھی نرالا ہے۔ وہ وہاں کے گاؤں یا زیادہ سے زیادہ ان پہاڑی سلسلوں میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہاں پاکستان آنے کی زحمت نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہمارے نوربخشیوں کی اکثریت دو مختلف نظریات میں بٹ گئی ہے۔ ہمارے علماء نے ہمیں دینی مسائل سے بے خبر رکھا اور علماء کی مصلحت پسندی کی وجہ سے ہمارا شیرازہ بکھر گیا۔ ماضی اور حال کا بغور جائزہ لیا جائے تو اب بھی عوام گو مگو کی کیفیت میں ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حصول تعلیم کا ذریعہ اُردو زبان بن گیا ہے اور پورا معاشرہ اُردو زبان بولتا ہے اور ہر مسلک کے علماء نے اپنی کتابیں اُردو میں لکھنا شروع کی ہیں۔ ایسے حالات میں علامہ صاحب نے بروقت اس ضرورت کو سمجھا ان کا عربی اور فارسی کتابوں کا اُردو ترجمہ کر کے عوام کے لیے پیش کرنا مستحسن اقدام ہے۔ ان کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کتابوں کی اشاعت سے تعلیم یافتہ طبقہ کی آنکھیں کھل گئیں اور نوربخشی دینی مسائل سے آشنا ہوئے۔ اُنہوں نے کہا ان کتابوں سے ہم خود مستفید ہوئے۔ کاش یہ کتابیں اس سے قبل شائع ہوتیں تو ہم اپنے بچوں کو اِدھر اُدھر جانے سے بچالیتے۔ میں خود اپنے بچوں کو اپنا ہم خیال نہیں بنا سکا۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہے۔ ان کتابوں کی اشاعت سے نوربخشی اور غیر نوربخشی دونوں مستفید ہوئے اور آنے والی نسل علامہ صاحب اور ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ دونوں پر فخر کرتی رہے گی۔ ایسے عالم دین کی حوصلہ افزائی نہ کرنا احسان فراموشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اُنہوں نے مزید کہا ملا حمزہ نے دو کتابیں اُردو میں تحریر کیں۔ اس پر بلتستان کے علماء نے پابندی لگائی اور دوسروں کو خریدنے سے منع کیا۔ مگر میرا خود مشاہدہ ہے یہی علماء انہی کتابوں کو بغل میں لیکر پھرتے ہیں۔ انہی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ ایسا عمل دوغلا پن کے علاوہ اور کیا ہے۔ ناردرن ایریا کے سابق کونسلر مرحوم محمد اسماعیل براہوی نے کراچی مسجد کی انجمن سے خطاب میں کہا تھا علامہ صاحب اور اُن کے رفقاء کی کوششیں انتہائی مستحسن اقدام ہے۔ اُنہوں نے طلباء کو منظم کرنے کے ساتھ ساتھ نوربخشی تعلیمات کو طلباء کے ذریعہ پھیلانے کے لئے تربیتی مراکز قائم کیے تاکہ یہ طلباء نوربخشی تعلیمات سے غافل نہ ہوں۔ ماضی میں اس قسم کی تربیت کے فقدان کی وجہ سے دیگر اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء اُس مسلک کے نظریات کو لے کر نوربخشی مساجد میں اس کا پرچار کرتے تھے جس سے اس کمیونٹی پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ اُنہوں نے کہا سید جمال الدین اور علامہ صاحب کی مرتب کردہ دینیات محمود آباد کے مدرسہ میں نہ پڑھایا جانا انتہائی افسوس ناک ہے۔ اگر ہم اپنے ہی مدرسہ میں نوربخشی کتابیں نہیں

پڑھائیں گے تو نوربخشی بچوں کی کیا تربیت ہوگی؟ علامہ صاحب نے ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ پر پابندی لگانے کے چندہ کمیٹی کے اصرار پر خطاب کرتے ہوئے کہا اگر نیک نیتی سے اس مسلک کی خدمت کی جائے تو پچاس انجمنیں بھی قائم ہوں تو اس سے دین کو مزید تقویت ملے گی اگر بدنیتی سے کوئی انجمن کام کر رہی ہو تو اُن کو ختم کیا جانا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا ندوہ اسلامیہ میں نے بنائی ہے میں پوچھتا ہوں کہ اس ادارہ کو توڑنے پر کیوں بضد ہیں؟ اس ادارہ نے فقہ شائع کی تو عوام کو فائدہ ہوا نقصان نہیں ہوا۔ یہ کتابیں شائع ہوئیں تو لوگوں کو نوربخشی تعلیمات سے آگاہی ملی۔ اگر اس ادارہ کو ختم کیا جائے تو عوام اور طلباء اور تعلیم یافتہ طبقہ کو نقصان ہوگا۔ ہاں ان پڑھ لوگوں کو کوئی فائدہ ہو تو پتہ نہیں۔ اُنہوں نے مزید کہا اس اشاعتی ادارہ کو ختم کرنا اُن لوگوں کی خواہش ہے جو مسلک نوربخشیہ کو پھلتے اور پھولتے نہیں دیکھنا چاہتے۔ علامہ صاحب کے خطاب سے حاضرین پر خاموشی طاری ہوگئی۔ تاہم اس کے کرتا دھرتا لوگوں نے کوئی نہ سنی کیونکہ پہلے سے پلان بنا ہوا تھا۔ اُنہوں نے اس کا ریکارڈ چیک کرنے کے بہانے کاغذات لے لیے۔ مخالفین کا خیال تھا کہ علامہ صاحب کا ادارہ غیروں سے امداد لیتا ہوگا۔ تو ریکارڈ چیک کرنے سے پتہ چل جائے گا مگر کھودا پہاڑ نکلا چوہا کی مثال ثابت ہوا۔ مگر ریکارڈ بھی واپس نہ کیا۔ چندہ کے بہانے جو رقم فقہ فروخت کر کے ملی تھی وہ بھی لے گئے۔ اس چندہ کے بعد اتفاق و اتحاد کا شیرازہ اور بکھر گیا اب صورت حال سب کے سامنے ہے۔

1983 میں علامہ صاحب کو جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے امام وخطیب کے منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ غالبًا وہ چھلو بلتستان میں ایک مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ یہاں آنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا کام تو نہیں کیا تاہم انجمن کی استدعا پر نوائے صوفیہ کے نام سے ایک جریدہ سہ ماہی 1985 کا آغاز کیا جو کہ تاحال شائع ہو رہا ہے۔ گلگت بلتستان میں یہ پہلا رسالہ تھا۔ عوام میں کافی مقبول ہوا تو اسے ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے نام سے حکومت سے منظوری کے بعد جاری رکھا گیا۔ رجسٹرار نے ایک ذمہ دار شخص کے نام پر ڈیکلیریشن دینے کا عندیہ دیا جس پر علامہ بشیر صاحب ایڈیٹر اینڈ پبلیشر کے طور پر منظور ہوئے۔ اس رسالہ کے اجراء سے ملت نوربخشیہ میں ایک شعوری انقلاب آیا۔ علامہ صاحب اس رسالہ میں فقہ احوط کی تشریح (مجموعہ شریعت محمدیہ) اور دینی و دنیوی مسائل کے حل کے لیے (آپ کے مسائل اور اُن کا حل) کے نام سے سوالوں کا جواب دیتے تھے۔ ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' کا مجموعہ لداخ کارگل سے اور حافظ ذاکر نے بلتستان سے شائع کیا ہے۔ نوائے صوفیہ علامہ صاحب کی ایک یادگار نشانی ہے وہ اس کے مدیر وناشر، ڈاکٹر غازی نعیم روح وروان، جی ایچ معروفی چیف آرگنائزر اور مولانا محمد انور تھلوی ڈسٹری بیوشن انچارج کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے جو ہنوز جاری ہے۔ فن صحافت کے افق پر یہ درخشاں ستارہ اہل صوفیہ نوربخشیہ کا ترجمان اور اہل علم حضرات کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس رسالہ کے اجراء سے لداخ، کارگل، نوبراہ اور ڈیرہ دون کے اہل نوربخشیہ میں شعوری انقلاب آیا۔ علامہ صاحب کی کتابوں اور اس رسالہ نے وہاں نوربخشیوں کو استحکام بخشا۔ نوبراہ سے علی محمد نے کہا اس علاقہ میں نوربخشی اکثریت میں ہیں۔ علامہ بشیر صاحب اور ملا حمزہ کی کتابوں کی وجہ سے ان علاقوں میں رہنے والے اپنے دینی مسائل سے واقف ہوئے ہیں۔ یہی کتابیں ہمیں اس مسلک سے تعلق رکھنے کا باعث بنی ہیں۔ یہی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں ورنہ کوئی مبلغ یہاں نہیں آیا۔

علامہ صاحب نے اسلام آباد میں اپنی زندگی کے بتیس سال گزارے اس دوران علامہ صاحب کو کراچی مدرسہ میں مدرس

کے طور پر جانے کا مشورہ دیا گیا تو اُنہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا میرا وہاں جانے کو دل ہی نہیں چاہتا اس لئے نہیں جاؤں گا۔ ایک دفعہ اُن سے پوچھا گیا آپ وہاں جانے کیلئے کیوں تیار نہیں؟ تو اُنہوں نے کہا مجھے وہاں بھیجنے کا مقصد تصادم ہے کیونکہ وہ عناصر وہاں موجود ہیں جو کہ اس مسلک کے لئے کام کرنے والوں کو نہیں دیکھنا چاہتے۔

اسلام آباد میں علامہ صاحب کے پاس مرکزی انجمن کا ایک وفد اسلام آباد وارد ہوا۔ اس وفد نے علامہ صاحب کا وہ مسودہ جو 1971 کی دھائی میں لکھا گیا تھا اسے شائع کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ مفتی سید علی شاہ مرحوم نے شاگردوں کے ذریعہ علامہ صاحب کے مسودہ کی نقل کر کے ایک مسودہ تیار کیا تھا جس میں خود کو مترجم ظاہر کر کے شائع کرنا چاہتے تھے۔ یہ دونوں مسودے علامہ صاحب کے پاس پیش کیے گئے۔ علامہ صاحب اپنا نسخہ اور سید علی شاہ صاحب اپنا مسودہ شائع کرانا چاہتے تھے۔ تاہم فیصلہ یہ ہوا چونکہ مفتی علی شاہ صاحب نے علامہ صاحب کے مسودہ کی نقل کروائی ہے لہذا نقل پر اصل کو ترجیح دی جائے گی۔

مختصر مفتی عبداللہ مرحوم کو ذمہ داری دے کر باقی حضرات چلے گئے اور یہ کتاب مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ پاکستان کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ مگر یہاں بھی مرکزی انجمن نے علامہ صاحب کو کوئی رائلٹی نہیں دی۔ حالانکہ وہ اس کے مستحق تھے۔ مرکزی انجمن کے پاس فنڈ بھی بہت تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے دین کے کاموں کے لیے قربانی دینے والوں کی کس طرح حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ علامہ صاحب کو گردہ کی تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹروں کے زیر علاج رہے تاہم ہسپتال میں داخل ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ علامہ صاحب کے علاج کے لیے عقیدت مندوں نے اندرون ملک اور بیرونی ممالک سے بھی علاج کا خرچہ بھیجا اور ڈائیلاسس کی ایک مشین بھی فراہم کی۔ تاہم وقت مقررہ پر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم کی علاج و معالجہ کے لیے غلام حسن شگری کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے علامہ کی بہت زیادہ خدمت کی۔ ساتھ ہی محمد بشیر برادران اور علامہ صاحب کے بیٹے عرفان نے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عطا فرمائے گا۔

مرحوم کی نماز جنازہ سب سے پہلے اسلام آباد میں ہوئی جنازہ میں اسلام آباد، راولپنڈی کے گردونواح، مری، ٹیکسلا، واہ کینٹ سے مختلف مکاتب فکر کے علماء اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اسلام آباد مسجد میں یہ سب سے بڑی نماز جنازہ تھی۔ خواتین کی بڑی تعداد بھی علامہ صاحب کا دیدار کرنے اور سفر آخرت پر الوداع کہنے کے لیے موجود تھی۔ آپ کو اہل بلتستان کے اصرار پر آبائی گاؤں لے جایا گیا۔ اُن کی میت کے ہمراہ اہل خانہ خویش واقارب اور انجمن کی نمائندگی کرتے ہوئے نائب خطیب حافظ ذاکر علی ثاقب، امام مسجد مولانا ابراہیم بیگ، مولانا محمد انور تھلوی، غلام مہدی تصوفی اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ علی پور اسلام آباد کی نمائندگی ہوا سیف اللہ صاحب نے کی۔ گلگت بلتستان کے راستے میں تقریباً بارہ مقامات پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اس سے قبل اتنی زیادہ جنازے کی نمازیں نہیں ہوئی تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے لوگوں میں علامہ بشیر صاحب کتنے مقبول تھے اور عوام کے دلوں میں کتنا احترام رکھتے تھے۔ یوں آپ کا سفر آخرت تاریخی بن گیا۔ آپ کو ہزاروں افراد کی آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

بیاد ابوالعرفان

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر کی یاد میں!

تحریر: عبدالرحمٰن مرینگی

شاہ سید محمد نوربخشؒ اور امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے اسلام کی تعلیمات بلتستان کے پہاڑی علاقوں میں بسنے والے لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنے پیروکاروں اور مریدوں کا سہارا لیا اور ارض بلتستان میں آج تک دین اسلام کی جڑ بالکل مضبوط و منظم ہے۔ انہوں نے دین اسلام کے قوانین اور تعلیمات کو مختلف کتابوں کی شکل میں محفوظ کر دیا تھا۔ مگر تمام کتابیں فارسی زبان میں موجود تھیں۔ ان کتابوں پر اسلام کے کسی بھی فرقے کو شائد کوئی اعتراض نہ ہو کیونکہ بقول حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ: کہ میں دین محمدؐ کو بالکل اسی طرح پیش کر رہا ہوں جیسے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں رائج تھی۔ اگر عالم اسلام متحد ہونا چاہے تو حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ اور امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی کتابوں پر عمل کر کے ہی ممکن ہو سکتا ہے جو آج بھی کتاب الاعتقادیہ، الفقہ الاحوط اور دیگر ناموں سے محفوظ ہیں۔

مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے لیے ایک ایسا دور بھی تھا کہ ان اولیائے کرام کی کتابیں تو موجود تھیں مگر عربی اور فارسی میں ہونے کی وجہ سے ان کتابوں سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ اتنے میں اللہ کی مدد اور فضل و کرم سے نوربخشی مسلک کے افق پر ایک ایسا ستارہ نمودار ہوا جس نے ان تمام کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے ارض بلتستان میں صوفیانہ انقلاب برپا کر دیا۔ لوگوں کو دین اسلام کی تعلیمات آسانی کے ساتھ پڑھنے اور سمجھنے کو ملیں۔ مسجدوں اور خانقاہوں میں اعتکاف و ریاضت کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا جو آج بھی جاری و ساری ہے۔ یہ درخشاں ستارہ ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر براہ والے تھے۔ علامہ مرحوم نے ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا کہ آج مسلک نوربخشیہ کا بچہ بچہ انہیں دعا دیتا ہے۔

مجھے جب بھی کوئی پریشانی اور بے چینی ہوتی علامہ صاحب کے پاس جا کر دم اور دعا کراتا تھا اور اللہ کے فضل سے میں اسی وقت ٹھیک ہو جاتا تھا۔ مجھے جب بھی علامہ مرحوم نظر آتے بہت خوشی ملتی تھی۔ میں اکثر آپ سے دینی مسائل کے بارے میں پوچھتا رہتا تھا اور مجھے تفصیل کے ساتھ بتایا کرتے تھے۔

۱۷ مارچ ۲۰۱۵ کی رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ عجیب قسم کی بے چینی تھی۔ ایسی کیفیت طاری ہوتے ہی مجھے علامہ مرحوم یاد آئے۔ میں بستر چھوڑ کر باہر چھت پر چلا گیا تو دیکھا آسمان پر ستاروں کی جھرمٹ کے درمیان چمکنے والا ستارہ غائب تھا۔ میں کافی دیر ڈھونڈتا رہا مگر آسمان پر کہیں بھی نظر نہیں آسکا۔ آسمان اداس اور بے چین نظر آرہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ شاید آج آسمان میں سوگ کا عالم ہے۔ دل میں سکون کی کیفیت مدہم ہوتی جا رہی تھی، کانوں میں ماتم داری کی آواز گونج رہی تھی۔ میں نے جلدی سے وضو کیا اور تہجد کی نماز ادا کی۔ مگر میری بے چینی ختم نہیں ہو سکی۔ اتنے میں فجر کی اذان کی آواز

آئی۔ میں نے نماز پڑھی دعائے صبحیہ سے فارغ ہو کر دعوات صوفیہ کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا کہ موبائل میں ٹن ٹن برقی پیغامات کی گھنٹی بجنا شروع ہوئی۔ ابھی پہلا میسج پڑھا ہی تھا کہ میری آنکھوں میں ہیبت ناک بجلی چمکی اور زبان و دل پر لرزہ طاری ہوگیا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش شروع ہوئی۔ میسج میں لکھا تھا کہ آج رات ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر صاحب سفر آخرت پر چل پڑے ہیں۔ اور اس دار فانی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کوچ کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کافی عرصے سے گردہ کے مرض میں مبتلا تھے۔ آپ نے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی خدمات میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ دن رات مذہب حقہ کی خدمت میں صرف کرڈالے۔ میرے دل نے کہا کہ اٹھو اور ابھی کے ابھی اسلام آباد مسجد پر حاضری دے دو۔ میں اپنے دوسرے کزن شان، منا اور علی جابر سمیت ٹھیک آٹھ بجے اسلام آباد مسجد پہنچ گیا۔ وہاں ہر آنکھ اشکبار نظر آ رہی تھی۔ علامہ صاحب کی میت کو سامنے رکھ کر معتقدین آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش کرتے ہوئے تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ اور کچھ لوگ فاتحہ پڑھ کر مختلف گروپ کی شکل میں علامہ مرحوم کی زندگی پر تبصرہ کرنے میں مصروف تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور ایک جم غفیر کی شکل اختیار کرلی۔ چونکہ علامہ صاحب کی میت کو ان کے آبائی گاؤں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا لہذا جلدی میں نماز جنازہ ادا کرنے کا انتظام کیا گیا۔ مسجد میں باہر مولانا ابراہیم بیگ نے نماز جنازہ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہوئے تمام معتقدین کے لیے علامہ مرحوم کا آخری دیدار کرایا گیا۔ میں بھی اسی شوق میں لمبی قطار میں لگ گیا۔ لوگ دھاڑیں مارتے ہوئے مسلسل روتے رہے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ اتنے میں علامہ مرحوم کا مجھے دیدار نصیب ہوا ہی تھا کہ اچانک سے سر چکرا گیا۔ میں سر پکڑ کر ہجوم سے نکل کر دیوار کے پاس جا بیٹھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری رہی۔ میں نے دل ہی دل میں دعا مانگی اے اللہ علامہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما اور ان کے لواحقین سمیت تمام معتقدین اور چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرما۔ آمین!

کچھ دیر بعد میں مسجد کے کمرے میں داخل ہوا جہاں مولانا مراد نوری پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ میں انہیں دلاسہ دیتا رہا مگر آپ مسلسل آنسوؤں کی بارش برساتے رہے جس سے آپ کی آنکھیں لال سرخ ہوگئی تھیں۔ آپ علامہ کے غم میں اتنا کھو گئے تھے کہ اپنی بیماری بھول گئے تھے۔ آپ فالج کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے مگر نماز جنازہ پڑھنے خود چل کر گئے اور واپس چل کر کمرے میں تشریف لائے۔ آپ بار بار علامہ صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے آخری ملاقات میں کی گئی باتیں دہرا رہے تھے۔ میں خود اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پا رہا تھا مگر مولانا نوری کے غم کو کم کرنے کے لیے خاموش رہا اور انہیں دلاسہ دیتا رہا۔ مولانا نوری میرے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میرے والد صاحب حاجی مراد نے مجھے صرف چلنا پھرنا سکھایا مگر میرے روحانی استاد مولانا مراد نوری نے مجھے بولنا سکھایا، ادب سکھایا اور زندگی کا ڈھنگ سکھایا۔ آج انہیں دیکھ کر احساس ہو رہا تھا کہ علامہ بشیر مرحوم یقیناً مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے لیے ایک قیمتی اثاثہ اور عظیم پیشوا تھے۔ اللہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

بیاد ابوالعرفان

محسن ملت۔ صوفیہ نوربخشیہ

تحریر: ایم۔اے۔حاتمی، کھرکوی

یوں تو اس جہاں میں ہزاروں مخلوقِ خدا آئی اور گزر گئی، کوئی خود کو بچانے میں مصروف رہا اور کوئی خودی کو بچانے میں مرتوڑ کوشش کرتے گزر گیا۔کوئی مہدی بن گئے اور کوئی ہادی بن کر مخلوقِ الٰہی کو ہدایت و راہ نجات کی دعوت دیتے گزر گیا۔کسی نے اپنی زندگی کو حصولِ دنیا میں صرف کیا تو کسی نے دنیا سے کنارا کشی اختیار کی۔کوئی اپنے ضروریات کو پورا کرنے میں مصروف رہا تو کسی کی زندگی اپنوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں بیت گئی۔کوئی اولاد کے لیے جیتا رہا اور کوئی اولاد کے غم میں پل پل مرتا رہا اور اس دار لفنا سے ہی کوچ کر گیا۔مگر دنیا اور عقبیٰ دونوں میں کامیاب ترین شخص وہی ٹھہرتا ہے جو احکاماتِ خداوندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے اور ہر لمحہ خوفِ خدا کو دل میں زندہ رکھتا ہے۔جن کے دل میں خوفِ خدا موجود ہو وہ اہلِ معرفت کہلاتے ہیں۔اُن کا جینا اور مرنا صرف اور صرف فلاحِ انسانیت ،حق اور سچائی کی پاسداری اور دینِ فطرت کی آبیاری کے لئے ہی ہوتا ہے۔اُن کے دلوں میں خوف ہوتا ہے تو بھی صرف خدا ہی کا ہوتا ہے۔اسی بات کی دلیل قرآن یوں دیتا ہے:

الاانّ الاؤلیاء اللّٰہ لا خوف علیھم والا ھم یحذنون.

ترجمہ: بے شک خدا کے ولیوں کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی گھبراہٹ۔

بظاہر انسان جب بھی کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ یہ ضرور دیکھتا اور سوچتا ہے کہ اس کا انجام کیسا ہوگا۔اگر انجام بالخیر کی اُمید نظر آئے تب وہ اس کام کو جلد از جلد ختم کرنے کی سعی کرتا ہے،اس کے برعکس اگر انجام بالشر کا اندیشہ ہو تو وہ آغاز سے پہلے ہی اس کام کو روک دیتا ہے۔خواہ وہ کام دین کے لئے ہو یا فلاحِ انسانیت کے لئے وہ اس کام کو کبھی اہمیت نہیں دیتا۔مگر اللہ کے ولی ایسا نہیں کرتے،وہ یہ نہیں سوچتے کہ انسان اور خلقِ خدا کی بھلائی کے لئے کام کرنے سے اسے اس دنیا میں کیا ملنے والا ہے یا ملے گا۔بلکہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ اس سے ان کا رب کس طرح راضی ہوگا اور ان کے اپنے دلوں کو کس طرح راحت ملے گی۔اور وہ اپنی زندگی کو مخلوقاتِ الٰہی کی تربیت اور بہتری کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔انہیں نہ اپنے بال بچوں کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی دنیا کے مال وجائیداد کی پرواہ۔بس ایسے لوگ تو مست ملنگ اور قلندر صفت لوگ ہوتے ہیں۔اللہ کی راہ میں چلنے والوں کو شیطان صفت لوگ ہمیشہ راہ حق سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کرتے رہتے ہیں۔خدا کے ولی ایسے شیطان صفت لوگوں کے مکر اور فریب سے بچنے کے لئے ہر وقت خوفِ الٰہی کو اپنے دل میں جگائے رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل رحمانی اور چہرے نورانی رہتے ہیں۔ولیوں کے دل میں صرف خوفِ خدا اور شیطانیت سے بچنے کی تدابیر کارفرما ہوتی ہیں،اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ

اہلِ دل کے جو چہروں پہ نور ہوتا ہے
کوئی ملال ، کوئی غم ضرور ہوتا ہے

ایک ایسا ہی مردِ مجاہد مسلکِ صوفیہ نوربخشیہ کے پیروکاروں میں اس وقت جنم لیتا ہے جب انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایک سازشی گروہ ایڑی چوٹی کا زور آزما رہا تھا۔ مذہب صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات کے ساتھ کھیلنے کی کوششیں کرنے

والے دن رات مصروف تھے کہ اس فرقے کو جلد سے جلد صفحۂ ہستی سے ختم کرے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حق کو بچانے اور سلسلۂ ذہب کی سُنہری تعلیمات کی احیاءِ نو کی ذمہ داری اس مردِ قلندر کے دل میں ڈال دی اور یہ مجاہد دین کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ ابتدائی تعلیم اپنے ہی گاؤں میں حاصل کی پھر دین کے ساتھ دیوانگی کی تڑپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آبائی گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ یوں یہ درویش صفت شخص کراچی چلا گیا۔ کراچی سے ہی عربی فاضل کی ڈگری حاصل کی۔ اسی دور میں آپ نے نوربخشؒ کی تصنیف کردہ دو کتب الفقہ الاحوط اور اُصول اعتقادیہ اور حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کی تصنیف کردہ کتاب عملیات الدعوت الصوفیہ کے اردو تراجم کئے اور اسے ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ کراچی سے شائع کیا۔ جس کی بدولت نوربخشی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہوا۔

ان کتب کے تراجم کرنے میں بہت سے نوربخشی نیم ملاؤں نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی مگر اس مردِ مجاہد اور اس کے پیش رو ساتھیوں نے نہایت ہی خلوص اور ہمت کے ساتھ ان چیلنجز کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنے مشن کو پایہء تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔ مذکورہ کتب کا ترجمہ کرنے میں جس شخص نے دن رات محنت کی، اس محسن اعظم، مردِ مجاہد، قائدِ انقلاب کا نام علامہ محمد بشیر تھا۔

جب حضرت علامہ صاحب اسلام آباد تشریف لائے تو آپ بیک وقت خطیب و امامِ جمعہ و جماعت مسجد صوفیہ نوربخشیہ G-7/4 اسلام آباد اور مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل مقرر ہوئے۔ آپ کو عربی اور اردو دونوں زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔ آپؒ نے نوائے صوفیہ میں شریعتِ محمدیہ، آپ کے مسائل اور ان کا حل اور تفکر و تذکر کے نام سے تین مضامین کو سلسلہ وار انداز میں متعارف کرایا جس کی وجہ سے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو اپنے دینی تعلیم کو سمجھنے میں اور بھی آسانی ہوئی۔ لوگ ہر اس مسئلے کو بلا جھجک خط و کتابت کے ذریعے آپ تک بھیجتے اور آپؒ ان کے مسائل کو نہایت ہی سلیس اور عام فہم انداز میں نوائے صوفیہ کے اوراق کی نذر فرماتے رہتے۔ آپ مسائل کا حل قرآن و سنت اور مجموعہ شریعہ محمدیہ الفقہ احوط کے تناظر میں بیان فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی احیاءِ ملتِ صوفیہ نوربخشیہ، امن و بھائی چارگی اور اتحاد بین المسلمین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ نے ملت نوربخش کی تعلیمات کے پرچار کرنے اور نوربخشؒ کی ڈگمگاتی ناؤ کو بچانے میں اپنی ساری علمی مہارت صرف کر دی۔

آپ کئی سال پہلے گردے کے مرض میں مبتلا ہوئے اور یہ مرض شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ علالت کے چند سال بعد آپؒ پنجگانہ نماز کے لئے مسجد حاضر نہ ہو سکے۔ تاہم پھر جمعہ کی نماز کے لئے باقاعدگی سے آتے رہے اور دین حقہ کی ترویج و ترقی کے لئے اپنے آپ کو ہر لحہ میسر رکھا۔

دین دشمن آپ کے کارنامہ سے خوفزدہ ہو کر آپ کو مختلف بہانے سے ذہنی دباؤ میں ڈالنے کی کوشش کرتے رہے مگر آپ کے چہرے کے نور نے ان پریشانیوں کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔ آپ شدید علالت میں بھی جمعہ کے خطبے اور نماز پڑھانے آتے رہے۔ مگر چند ماہ قبل آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ تکلیف کی شدت کی وجہ سے جمعہ کی نماز پڑھانے نہ پہنچ سکے۔ یوں آپ ان چند مہینوں میں ہی گھر آرام فرماتے رہے۔ اور جیسا کہ قرآن کی دلیل ہے کہ کل نفس ذائقة الموت یعنی ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے آپؒ اپنے لواحقین سمیت ملت صوفیہ نوربخشیہ کے تمام پیروکاروں کو داغِ مفارقت دے کر ۱۷ مارچ ۲۰۱۵ء کو آپ اس دار الفنا سے دار البقاء کی طرف رخت سفر باندھ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اے رب کائنات! ملتِ صوفیہ نوربخشیہ کے تمام پیروکاروں کو ابوالعرفان علامہ محمد بشیرؒ (مرحوم و مغفور) کی وضاحت کردہ تعلیمات پر کما حقہ خود عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق اور استقامت عطا فرما۔ (آمین ثمہ آمین)

☆☆☆☆☆

بیاد ابو العرفان

ابو العرفان حضرت علامہ کی یاد میں!

تحریر: حمایت اللہ براہوی

بہت سے انسان اس دنیا میں آئے اور چلے گئے۔ لیکن بعض انسان ایسے آئے جنہیں بنی نوع انسان کی خدمات کی وجہ سے اسے صدیوں تک یاد رکھا جاتا ہے اور لوگ ان سے اپنی عقیدت کا اظہار مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ ان کا کام ان کی پہچان بن جاتا ہے۔ لیکن ایسے انسان عام طور پر بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ دنیا کی طلب میں سرگرداں نہیں پھرتے بلکہ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور خلق خدا کی خدمت میں ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

ابوالعرفان حضرت علامہ محمد بشیر (مرحوم) بھی انہی لوگوں میں سے ایک تھے۔ آپ مکمل طور پر ایک درویش صفت انسان تھے۔ آپ اخلاق کا پیکر اور محبت کا پیامبر تھے۔ آپ بچپن سے ہی نہایت ذہین و فطین تھے۔ شروع سے ہی حصول علم سے بے پناہ محبت تھی۔ ایک ہی دفعہ دیکھنے کے بعد سبق فوراً ازبر یاد ہو جاتا تھا۔ اس ضمن میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کے چھوٹے بھائی بوالظفر پیش امام محلہ شورد براہ وبالا بیان کرتے ہیں کہ ''میری ماں کہا کرتی تھی کہ جب علامہ صاحب تین سال کے تھے تو ایک دن آپ بعد از نماز مغرب بہت روئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو بہلانے کی کافی کوشش کی تاہم ناکام رہے۔ آپ روتے اور زبان مبارک سے کہتے جاتے کہ ''اَنْ بِنَ، اَنْ بِنَ'' سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا مانگ رہے ہیں۔ آپ کو چھت پر لے گیا مختلف چیزیں دکھائی پھر بھی روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے والد محترم جو محلے کے بچوں کو دینی علوم سکھاتے تھے مسجد سے تشریف لائے اور آپ کو گود میں اٹھایا، بہلانے کی کوشش کی مگر آپ روتے رہے۔ آخر میں آپ کے والد محترم نے جب قاعدے میں سے ''ا، ب، ت۔۔ پڑھنا شروع کیا تو آپ یہ کہتے ہوئے خاموش ہوئے کہ ہاں یہی ہے ابو یہی ہے۔ اس سے آپ کی علم کے لیے جستجو واضح ہوتی ہے۔

۷ مارچ کی شب کو آپ کی رحلت کی خبر ملت صوفیہ نوربخشیہ کے عوام کے کانوں تک پہنچی تو ہر کسی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ لوگ گریہ کرنے لگے۔ آپ کے غم میں ہر چہرہ سوگوار، ہر آنکھ پرنم، ہر دل ویراں اور ہر زباں وقف آہ والم تھی۔ ہر جگہ آپ کے ایصال وثواب کے لیے خصوصی نوافل ادا کیے گئے اور فاتحہ خوانی کی گئی۔ واقعی میں جس طرح آپ نے ملت نوربخشیہ پر دعوات صوفیہ، الفقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ کا ترجمہ کر کے لوگوں کو عام فہم بنا کر اس ملت پر جو احسان کیا یقیناً وہ قابل تحسین ہے۔ آپ کی خدمات کی وجہ سے مذہب حقہ کو ایک شناخت ملی۔

راقم الحروف سکردو میں تھا کہ ۷ مارچ کی شام کو این وائی ایف براہ وبالا یونٹ کے سینئر نائب صدر ہدایت حسین کا فون آیا اور ایمرجنسی میں براہ وبالا بلایا گیا۔ جہاں مدرسہ انوار العلوم میں آپ کی تجہیز وتکفین کے حوالے سے ایک اہم میٹنگ طلب کی گئی تھی۔ میٹنگ میں براہ وبالا سے تعلق رکھنے والے تمام نوجوان شامل تھے۔ اجلاس میں آپ کی تجہیز وتکفین کے انتظامات کے

ساتھ ایک عظیم الشان ''تعزیتی کانفرنس'' بھی منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اگلے دن NYF کے جوانوں نے صبح سویرے سے ہی آپ کی تکفین کے لیے انتظامات کرنے لگے اور بروقت انتظامات مکمل کیے۔ NYF کے جوانوں نے تبرکات وغیرہ کا خصوصی انتظام کیا۔ راقم الحروف کو اس دن دو مرتبہ چھلو مختلف کاموں کے سلسلے میں جانا ہوا تو بہت سارے عقیدت مند صبح سے ہی پیدل براہ کی جانب رواں دواں تھے جن میں جوان بوڑھے سب شامل تھے۔ آپ کے جسد خاکی کے براہ پہنچنے سے پہلے ہی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ براہ بالا پہنچ چکے تھے۔ مختلف جگہوں پر نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے جب براہ بالا میں جسد خاکی پہنچا تو وہاں آہ و بکا کا الگ منظر تھا۔ مرکزی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ الحاج سید جمال الدین الموسوی صاحب نے پڑھائی۔ آخر میں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی رحلت کے ساتویں روز این وائی ایف براہ بالا یونٹ کے زیر اہتمام آپ کی یاد میں ایک عظیم الشان ''تعزیتی کانفرنس'' منعقد کی گئی۔ جس میں بلتستان بھر سے علمائے کرام نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت مفتی سید جمال الدین الموسوی نے کی۔ کانفرنس میں علمائے کرام نے آپ کو زبردست انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ صدر محفل سید جمال الدین کا کہنا تھا کہ آپ ''اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَاءِ مِسْکِیْنًا'' کے واضح مظہر تھا۔ آپ امن کے داعی تھے۔ کانفرنس کے شرکاء نے NYF براہ بالا یونٹ کو بھی زبردست انداز میں خراج تحسین پیش کیا۔ یقیناً NYF کے کارکنوں نے جس انداز میں آپ کی تجہیز و تکفین اور تعزیتی کانفرنس پر جو انتظامات کیے وہ قابل تعریف تھے۔

NYF براہ بالا یونٹ نے آپ کی دو کتابوں کو منظر عام پر لانے کے لیے کوششیں شروع کی ہیں اور انشاء اللہ جلد منظر عام پر لے آئیں گے اور علامہ مرحوم کی مشن کو آگے بڑھانے میں اپنی تمام تر توانائیاں صرف کریں گے۔ انشاء اللہ آپ کے نام سے ایک مدرسہ کا قیام بھی جلد کیا جائے گا۔ یقیناً بقول اقبال ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆☆☆

اہل تصوف کے لیے عظیم خوشخبری

معارف نوربخشیہ جو حضرت شیخ شمس الدین اسیری لاہیجیؒ کی شہرۂ آفاق مثنوی مثنوی اسرار الشہود کا منظوم اردو ترجمہ ہے، اور اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لیے خاک پائے اولیائے سلسلۃ الذہب ڈاکٹر غازی محمد نعیم کا ایک اور خوبصورت تحفہ ہے، شاہ ہمدان پبلی کیشنز کے زیر اہتمام دیدہ زیب انداز میں چھپ کر منظر عام پر آنے والا ہے۔ اس عظیم مثنوی میں نوربخشی طریق تصوف کے اسرار و رموز دل نشیں پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت شمس الدین اسیری لاہیجیؒ حضرت غوث الاعظم امام العالم میر سید محمد نوربخش اعلی اللہ مقامہٗ کے اہم ترین شاگرد اور خلیفہ تھے۔ مثنوی اسرار الشہود حقائق و معارف کا ایک بے بہا خزانہ ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد حضرت میر سید محمد نوربخشؒ کی مدح سرائی کے ساتھ ساتھ آپ کی درگاہ میں اپنی حاضری اور راہ سلوک میں پیش آنے والے واقعات کو اثر انگیز پیرائے میں بیان کیا ہے۔ مترجم نے اس عظیم مثنوی کا ترجمہ ایسے سہل اور رواں انداز میں کیا ہے کہ ترجمے پر اصل کا گماں ہوتا ہے۔ تقابل کے لیے مثنوی کا مستند متن بھی شامل کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب ہر نوربخشی کے گھر کی زینت ثابت ہوگی۔ کتاب محدود تعداد میں چھپ رہی ہے، اس لیے تمام عاشقان نوربخشؒ اسے جلد از جلد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

منجانب: منیجر شاہ ہمدان پبلی کیشنز سکردو / راولپنڈی

انٹرویو پینل

ماسٹر شکور علی سے انٹرویو

جی ایچ سعدی

ڈسٹرکٹ گنگ چھے بلتستان کے معروف سماجی، مذہبی اور علمی گھرانے سے تعلق رکھنے والے خاموش مجاہد ماسٹر شکور علی انتہائی حلیم الطبع انسان ہیں۔ آپ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر خپلو میں ساری عمر درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے اور 2005ء میں ریٹائر ہوئے۔ موصوف کے والد گرامی بھی اپنے زمانے کے معروف سماجی شخصیت تھے۔ ماسٹر صاحب کا صاحبزادہ شاہد صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر اور دوسرا صاحبزادہ محمد علی اس وقت انوائرنمنٹل سائنس میں ایم فل کر رہے ہیں۔ جب کہ آپ کے بھائی غلام حیدر PID میں فوٹو گرافر اور دوسرا بھائی بابو لیاقت علی اسسٹنٹ پرائیویٹ سکریٹری ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ گزشتہ دنوں ماسٹر شکور علی سے اسلام آباد میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا لہذا نوائے صوفیہ کے قارئین کے دلچسپی کی خاطر اُن کا انٹرویو کرنے کا موقع ضائع نہ کیا۔

نوائے صوفیہ: ماسٹر صاحب! آپ کا پورا نام اور ابتدائی تعلیم کے بارے میں کچھ بتائیں۔

ماسٹر شکور علی: جی میرا پورا نام شکور علی ولد محمد علی ہے خپلو سرکیپ میں میں پیدا ہوا۔ اور ابتدائی تعلیم مڈل اسکول خپلو بالا سے حاصل کی۔ 1962ء میں ہائی سکول بنا تو وہاں سے میٹرک پاس کیا بعد ازاں مدرس بنا اور 2005ء میں ریٹائرڈ ہو گیا ہوں۔

نوائے صوفیہ: ماسٹر صاحب! ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے اجراء اور کارکردگی کے بارے میں کیا بتانا پسند کریں گے؟

ماسٹر شکور علی: اسلام آباد میں رہائش پذیر نوجوانوں نے علامہ بشیر صاحب کی قیادت میں یہ رسالہ شائع کر کے بہت اچھا اقدام کیا جس کی پوری قوم معترف ہے۔ رسالہ یہاں سے شائع ہو کر بلتستان میں فروخت ہوتا تھا۔ میں خود نوائے صوفیہ کا نمائندہ تھا اور رسالہ فروخت کر کے رقم اسلام آباد بھیجتا تھا۔ رسالے کا 50 ویں شمارہ شائع ہونے پر سلور جوبلی منائی گئی اور اچھے کام کرنے والوں کو تعریفی سند بھی دی گئی۔ یہ تعریفی سند مجھے بھی عطا کی گئی۔ جسے میں نے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ رسالہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالہ نے نوجوانوں میں مذہبی جذبہ پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس جریدہ کی وجہ سے پاکستان کے علاوہ بیرون ملک خصوصاً ہندوستان میں بسنے والے اہل نوربخشیہ میں مذہبی شعور پیدا کرنے میں قابل ذکر کردار ادا کیا۔ پاکستان کے اندر نوجوانوں میں مذہب کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں نوجوانوں کا نمائندہ N Y F اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پڑھنے والے نوجوانوں میں رابطہ کا کردار اور رہنمائی کرتے ہیں۔

نوائے صوفیہ: گنگ چھے بلتستان کا اہم ضلع ہے جہاں صوفی ازم کے معتقدین کی اکثریت ہے خپلو اس ضلع کا ہیڈ کوارٹر ہونے کی وجہ سے راجہ خاندان بھی اس شہر میں رہا ہے آپ نے جب سے ہوش سنبھالا اس وقت سے اب تک کیا نشیب و فراز پایا؟

ماسٹر شکور علی: میرے والد صاحب بھی اپنے محلّہ کا سرکردہ لیڈر

تھے اُنہیں مذہب کی طرف دلچسپی پیدا کرنے میں مرحوم بدیع الزمان اور ماسٹر حسن مرحوم نے اہم کردار ادا کیا۔ اُن دنوں نوربخشی مسلک کے ایک مرکزی سینٹر خپلو پائین میں وجود میں آیا۔ اور محلہ تھسکوں میں اس کے زیر اہتمام ایک دارلعلوم قائم ہوا۔ خپلو کے پڑھے لکھے لوگ جن میں اکثر سکولوں کے مدرس ماسٹر سلیم، ماسٹر محمد یوسف، ماسٹر محمد بشیر وغیرہ یہ سارے علم دوست اور مخلص کارکن ہوتے تھے۔ یہ سارے ممبران راجہ فتح علی خان اور مرحوم پیر عون علی شاہ کی قیادت میں کام کرتے تھے۔ مرکزی صوفیہ نوربخشیہ کا پہلا جنرل سکریٹری ابو علی داد مرحوم ہوا کرتا تھا۔ پھر مختصر وقت کے لیے ماسٹر محمد جعفر بعد ازاں مرحوم بدیع الزمان اور بعد میں ماسٹر حسن مرحوم بالترتیب جنرل سکریٹری رہے اور صدر پیر سید عون علی مرحوم رہے۔ ان میں بدیع الزمان مرحوم دوراندیش نڈر اور مذہبی جذبہ رکھنے والے انسان تھے۔ اُنہیں علاقائی سیاست اور حالات حاضرہ پر دسترس تھا۔ اُن کی قیادت میں ملت نوربخشیہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئی۔ مرکزی انجمن کی ہدایات کی روشنی میں خپلو کے اہم محلہ جات میں سالانہ جلسہ ہوتا تھا ان جلسوں میں علماء جمع ہوکر اہم فیصلے کرتے تھے۔ جنرل ضیاء کے دور میں نظام زکواۃ قائم ہوا تو مرکزی انجمن نے اس فیصلے پر حامی بھرلی جیسا کہ شرعی رو سے رائج الوقت سکہ پر زکوۃ دینا اور چاند کے مسئلہ پر بھی حکومت وقت کی تابع کرنا وغیرہ اُن کے دور کا متفقہ فیصلہ تھا۔ بدیع الزمان کے دور میں ہر سال بواپیر صاحب وفد کے ساتھ شگر کا دورہ کرتے تھے۔ یوں وہ ہر علاقہ کے اہل نوربخشیہ کے مسئلہ مسائل سے آگاہ رہتے اور حل کرتے تھے۔

نوائے صوفیہ: واقعہ چھچھن کیا ہے اس بارے میں کچھ بتائیں گے؟

ماسٹر شکور علی: جامع مسجد چھچھن ایک تاریخی مسجد ہے جو کہ حضرت شاہ ہمدان سے منسوب ہے۔ اس کا طرز تعمیر خانقاہ معلی سرینگر سے مشابہہ ہے۔ اس مسجد میں صدیوں سے اہل نوربخشیہ جمعہ جماعت قائم کرتے چلے آرہے ہیں۔ پہلے تو محرم کے دنوں میں اس علاقہ میں جلوس نہیں ہوتا تھا۔ جب یہاں جلوس کا رواج ہوا تو راجہ فتح علی خان، سید بشارت علی میر واعظ خپلو خانقاہ، سید علی وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ ماتمی جلوس چھچھن مسجد سے برآمد ہوکر قلعہ خپلو میں پہنچے پھر براستہ ڈینس، ہیی، ہنڈلی سے ہوتا ہوا مرکزی خانقاہ خپلو پہنچے اور یہیں اختتام ہو۔ اس زمانے میں راجہ کی کافی اتھارٹی قائم تھی اور اُن کی مانی جاتی تھی۔ اُنہوں نے پائین والوں پر اپنا اثر رسوخ استعمال کیا اور جلوس چھچھن مسجد سے برآمد ہونے پر آمادہ کیا۔ اس وقت بوا پیر عون علی مرحوم کریس میں رہائش پذیر تھے عوام گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہوگئے تاہم باشعور طبقہ میں اس فیصلہ پر تشویش پائی جاتی تھی۔ کئی سال گزرنے کے بعد اہل نوربخشیہ نے فیصلہ کیا کہ یہ جلوس پُرانے راستوں سے ہی گزرنا چاہیے اور اہل نوربخشیہ اس جلوس میں شامل نہیں ہوں گے۔ تاہم دیگر فرقے کے لوگ چھچھن مسجد سے جلوس برآمد کرنے پر بضد تھے اور اہل نوربخشیہ اس پر راضی نہ تھے۔ جب جلوس کے لیے لوگ جمع ہوئے تو اس پر تنازعہ پیدا ہوا اور بات ہاتھا پائی تک جا پہنچی اور کئے لوگ زخمی ہوئے۔ جس کی وجہ سے اُس وقت کی انتظامیہ نے اہل نوربخشیہ کے معززین پر ایف آئی آر درج کرکے اہم سرکردہ لوگوں کو گرفتار کیا۔ ان میں جناب بدیع الزمان جنرل سکریٹری مرکزی انجمن صوفیہ نوربخشیہ پاکستان، ماسٹر محمد حسن، امیر خان، غلام حسن حسو، ماسٹر شکور، حاجی حیدر، عیسیٰ صاحب اور کرامنگ سے چند نوجوان شامل تھے۔ غلام نبی شاہین کو گلگت سے گرفتار کرکے خپلو لایا گیا اس کے بعد سکردو میں بھی اہل نوربخشیہ پر تشدد کیا گیا اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ مارشل لاء کا دور تھا جس کی وجہ

سے مارشل لاء کا دفعہ لگا کر کوڑوں کی سزائیں سنائیں گئیں مگر عمل درآمد نہیں ہوا۔ چھ ماہ بعد سب کو رہا کر دیا گیا۔

نوائے صوفیہ: اس واقعہ کے بعد یا رہائی کے بعد عوام میں کیا ردعمل تھا؟

ماسٹر شکور علی: اس واقعہ کے بعد عوام میں بڑی تبدیلی آئی خصوصاً باشعور لوگ اور تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت زیادہ حوصلہ افزائی کی اور مزید آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ اور عوام میں ایک بیداری کی لہر چلی اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اُس وقت سے اب تک اہل نوربخشیہ منظم طریقہ سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مثلاً اس واقعہ سے قبل سکردو میں ایک ہی مسجد ہوتی تھی اب اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ سکردو کے مختلف جگہوں پر چار بڑی جامع مساجد ہیں جہاں نماز جمعہ و جماعت قائم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً چالیس مساجد سکردو کے حدود میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ سکردو کے قلب میں شاہ ہمدان مرکز قائم ہے جہاں جامعہ شاہ ہمدان ایک بہت بڑا تعلیمی ادارہ بن چکا ہے۔ جہاں 180 کمرے چھ ہال اور طلباء کے لیے ہاسٹل قائم ہے۔ یہاں 100 کے قریب طلباء اور طالبات کے لئے الگ بلاک تیار ہوا ہے۔ جہاں 60 طالبات بھی زیر تعلیم ہیں۔ اس کمپلکس کی تعمیر میں حاجی ثناء اللہ صاحب کا اہم کردار ہے۔ اس جامعہ کی تعمیر میں تمام اہل نوربخشیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ مجھے اس جامعہ کی عمارت کو دیکھ کر دلی سکون ملتا ہے۔

نوائے صوفیہ: بلتستان خصوصاً ضلع گانچھے کی تعلیم کا ریشو کیا ہے وقت کے ساتھ تبدیلی آچکی ہوگی؟

ماسٹر شکور علی: معروفی صاحب! پورا بلتستان خصوصاً ضلع گانچھے کو راجاؤں اور مذہبی شخصیات نے مروجہ تعلیم سے بہت دور رکھا۔ جس کی وجہ سے اس ضلع میں تعلیم و تربیت کا فقدان تھا۔ اس ضلع کی 95% آبادی کا تعلق مسلک نوربخشیہ سے ہے۔ اب اللہ کی فضل و کرم اور کمیونیکشن کے جدید دور کی مرہون منت تعلیمی شعور آگیا ہے اور یہاں کا تعلیمی ریشو کافی حد تک بہتر ہو چکا ہے جس کی وجہ سے لوگ باشعور اور برسر روزگار ہو رہے ہیں۔ ماضی میں جب کوئی عالم دین یہاں سے پڑھ کر جاتے اور مذہبی خدمات انجام دینے لگتے تو اُن پر طرح طرح کے الزامات لگ جایا کرتے تھے۔ اور اُن علماء سے متعلق بے سروپا باتیں منسوب کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام بھی اُن کے ساتھ عدم تعاون کرتے اور ان پر شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھتے تھے۔ شاہ سید محمد نوربخش کی کتابیں اکثر قلمی نسخوں کی شکل میں تھیں یہ نسخے اہل علم کے پاس تھے یہ نسخے عربی اور فارسی میں ہونے کی وجہ سے عام لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ جن علماء کے پاس تھوڑی بہت تعلیم تھی وہ بھی فارسی دان علماء تھے اور چند فارسی کی کتابیں پڑھ کر گزارہ کر لیتے تھے۔ جن سے شاگرد مجالس کے چند قصے یاد کر کے ذاکر بن جاتے۔ مگر نوربخشی تعلیمات خصوصاً علم شریعت، قرآن و حدیث کو صحیح معنوں سمجھنے والے علماء کا قحط تھا جس کی وجہ سے غیر نوربخشیوں کو موقع ملا۔ اور انہوں نے کافی فائدہ اُٹھایا۔ ان حالات میں علامہ بشیر صاحب نے اہم نوربخشی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کر کے عوام کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔ ان کتابوں کے آنے سے نوجوان نسلوں میں جنونی حد تک مذہبی جذبہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد غلام حسن حسنو صاحب بھی حضرت شاہ ہمدان کی کتابوں کا اُردو ترجمہ کر کے عوام الناس تک لے آئے۔ اور اسی دوران نوائے صوفیہ انٹرنیشنل نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس جریدہ کے ذریعے انڈیا میں بسنے والے اہل نوربخشیہ سے رابطہ ہوا جس کی وجہ سے مذہبی استحکام نصیب ہوا۔ یاد رہے کہ اس سے قبل ملا حمزہ علی نے ہندوستان سے اور راولپنڈی سے کئی کتابیں شائع

کر کے اہل علم میں تقسیم کیں جس سے تعلیم یافتہ طبقہ نوربخش کے تعلیمات سے روشناس ہوا۔ اس کے علاوہ موج البکا کے نام سے غیر مطبوعہ کتاب جامعہ شاہ ہمدان کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ مرحوم حمزہ علی مسلک حقہ کے پہلے مجاہد تھے۔ جنہوں نے قلمی جہاد کر کے نوربخشیوں کو مسلک حقہ کی اصل تعلیمات سے روشناس کرایا۔ تاہم ہمارے بعض علماء کی ناعاقبت اندیشی اور حسد کی وجہ سے ان کتابوں پر پابندی عائد کروا کر عوام کو ان سے بدظن کروانے کی حتی الامکان کوششیں کی گئیں۔ ایسے اقدام دین دوستی نہیں بلکہ اشاعت دین کے راستے مسدود کرنے کے مترادف ہیں۔

نوائے صوفیہ: ماسٹر صاحب! آپ پیشے کے لحاظ سے تو معلم ہیں مگر آپ مذہبی اور سماجی کاموں میں اکثر پیش پیش نظر آتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ماسٹر شکور علی: جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں مجھے مرحوم ماسٹر حسن اور بدیع الزمان صاحب نے مذہب کی طرف راغب کرایا۔ جس کی وجہ سے میں ہمیشہ مذہبی اور سماجی کاموں میں حصہ لیتا ہوں اور میں اپنے محلوں میں ہی سماجی کاموں میں مصروف رہتا ہوں۔ میں نے نوربخشی بچوں کو پڑھنے کی رہنمائی کے لیے نماز نوربخشیہ کے نام سے معروف عالم دین اور مدرس مولانا عارف حسین جامعہ شاہ ہمدان سے ایک کتاب تحریر کروا کر شائع کی ہے۔ اور ڈاکٹر غازی نعیم سے میر سید محمد نوربخش لکھوا کر شائع کیا ہے۔ نوجوانوں سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ اپنی تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز کر دیں جب تک تعلیمی میدان میں آگے نہیں بڑھیں گے ترقی ممکن نہیں ہے۔ مذہب کے کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہیں تا کہ مذہبی معلومات بھی حاصل ہوتی رہے۔ اور علمائے نوربخشیہ سے گزارش ہے کہ وہ احساس کمتری کے خول سے باہر آئیں اور اپنے علم پر اعتماد کرتے ہوئے مذہب حقہ کی خدمت کریں۔ جب تک خلوص کے ساتھ مذہب کے لیے کام نہیں کریں گے یہ مذہب ترقی نہیں کرے گا۔ ماضی میں بہت سے علمائے کرام نے دین حقہ کی کھل کر خدمت کی ہے جس کی وجہ سے آج ہم جرات کے ساتھ کھڑے ہیں اور اپنی اصل تعلیمات سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ اکثر و بیشتر علمائے کرام اور دانشور حضرات سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ گزشتہ دنوں مولانا حیدر علی مجلوی سے اُن کی رہائش گاہ پر ملاقات کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اُنہوں نے بتایا کہ علامہ بشیر صاحب اور اُن کے رفقاء نے گوناگوں مشکلات کے باوجود مذہبی کتابوں کو شائع کرنے کے لیے ایک اشاعتی ادارہ تنظیم ندوۃ اسلامیہ نوربخشیہ پاکستان بنا کر انتہائی اہم کتابیں اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کیں۔ یہ جذبہ اُس وقت پیدا ہوا کہ ایک شخص کے پاس سراج الاسلام موجود تھا مگر وہ کسی کو بھی نہیں دیتا تھا۔ ہم نے اس کتاب کو حاصل کرنے کی بارہا کوشش کی مگر ہمیں نہیں دی۔ جس کے بعد علامہ صاحب نے خود اُردو ترجمہ کر کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا جس پر خود مولانا حیدری نے مکمل خرچ اُٹھانے کی ذمہ داری لی۔ جس کے بعد مختلف مراحل سے گزر کر یہ فقہ اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا۔ لوگ خوشی سے بے قابو ہو رہے تھے۔ اس کی اشاعت میں آخوند ابراہیم گیسو دراز، چیئرمین عبداللہ کھرفق، بوا حیدر مچلو، آخوند محمد دین سلترو وغیرہ شامل تھے۔

ماسٹر شکور علی صاحب آپ کا بہت شکریہ۔ آپ کا انٹرویو نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

غنچہ ہائے نوشگفتہ

بچوں کا نوائے صوفیہ

ظفر علی آخوند

معلومات

یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ انسان کو سب سے پہلے آگ سے کب واسطہ پڑا۔ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ سے ۱۸۰۰۰۰ سال قبل انسانوں نے آگ جلانے کا طریقہ سیکھ لیا تھا اور وہ کھانے پکانے، اپنے غاروں کو گرم رکھنے اور جنگلی جانوروں کو ڈرانے کے لیے آگ استعمال کرتے تھے۔

غالباً انسانوں نے کسی درخت پر بجلی گرنے یا کسی آتش فشاں پہاڑ کے لاوے سے آگ حاصل کی ہوگی۔ وہ اس آگ کو اپنے غاروں اور جھونپڑیوں میں محفوظ رکھتے تھے۔ پھر انہوں نے دو خشک چیزوں کو آپس میں رگڑ کر آگ پیدا کرنے کا طریقہ دریافت کیا۔ اس کے بعد کسی انسان کو چقماق کے پتھر مل گئے اور اسے معلوم ہوا کہ ان پتھروں کو آپس میں رگڑنے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ اب آگ جلانے کے لیے چقماق استعمال ہونے لگا۔

محدب شیشے سے آگ حاصل کرنے کا طریقہ حضرت عیسیٰ سے تین سو سال پہلے مشہور یونانی سائنس دان ارشمیدس نے دریافت کیا تھا۔

رپورٹر: محمد افضل بلخاری، علی پور اسلام آباد

☆☆☆☆☆

بلتی رسم الخط اور تہجی

بلتی زبان، تبتی زبان کی مغربی شاخ ہے جس کا تعلق سائینو تبتین (Sino-Tibetian) کے تبتو برمن (Tibeto-Burman) خاندان سے ہے۔ بلتستان کے علاوہ پوریگ، لداخ، تبت، سکم، بھوٹان، شمالی نیپال اور چین کے چار صوبے گانسو، سی تن، چھنگائی اور یھوان میں اسی زبان کے مختلف بولیاں بولی جاتی ہیں۔ بلتی زبان کی ساخت اور بناوٹ پر دنیا کی کوئی بھی زبان اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بلتی زبان دیگر زبان سے واضح طور پر علیحدہ اور منفرد شناخت رکھتی ہے۔

چودھویں صدی عیسوی میں اشاعت اسلام کے بعد بلتستان کا تبت سے روحانی اور مذہبی رابطہ منقطع ہو گیا جس نے لسانی تعلق کو بھی متاثر کیا۔ یہیں سے بلتی زبان نے تبتی گھرانے سے علیحدہ ہو کر اپنے الگ تشخص کی جانب سفر کرنا شروع کیا۔ بدھ مت کی مذہبی اصطلاحات کی جگہ عربی و فارسی اصطلاحات نے لے لی۔ عربی اور فارسی کے بے شمار الفاظ بلتی زبان میں استعمال ہونے لگے اور اب کیفیت ہے کہ سیکڑوں اردو الفاظ بلتی بول چال کا حصہ بن چکے ہیں۔

بلتستان کے ماہرین زبان وعلم و ادب نے بڑی علمی کاوشوں سے بیسویں صدی کے آخری عشرے میں بلتی کی تہجی کو حتمی شکل دے دی۔ انہوں نے بلتی کی تہجی ۵۵ حروف پر مشتمل قائم کی ہے۔ ان ۵۵ حروف میں ۴۶ حروف اردو کی تہجی کے ہیں اور ۹ حروف بلتی کے مخصوص آوازوں کے لیے ہیں۔ اردو کے تہجی کے ۵۲ حروف میں سے ۶ حروف ڈھ، رھ، ڑھ، لھ، مھ، نھ بلتی تہجی میں شامل نہیں ہیں۔

(ماخذ تاریخ زبان و ادب گلگت بلتستان، ڈاکٹر ممتاز منگلوری)

رپورٹر: نادیہ امین سرسوی، علی پور اسلام آباد

☆☆☆☆☆

اخبار تصوف

دنیائے تصوف کی خبریں

جی ایم شاہین

علامہ بشیر (مرحوم) کی رسم قل کے موقع پر مقررین کا خطاب

علامہ بشیر صاحب کی وفات کے تیسرے دن جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں بعد از نماز عصر قرآن خوانی اور مغرب کے بعد ایک تعزیتی اجلاس ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں معتقدین نے شرکت کی۔ اس موقع پر علامہ صاحب کی روح کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔ اس موقع پر مقررین نے مرحوم کی دینی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ اس جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جی۔ ایچ معروفی نے کہا کہ علامہ صاحب کی زندگی اور تعلیمات عالم نوربخشیہ کے لیے رہنما اصول ہیں۔ اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے میں اس مسلک کی بقا ہے۔ مرحوم نے مفلسی، جفاکشی، اور خودداری کو سمیٹے رکھا مگر اصولوں پر سودابازی نہیں کی۔ اُنہوں نے اس دین حقہ کے استحکام اور بقا کے لیے بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ حق اور اصولوں پر ڈٹ جاؤ اور وقتی مفاد پرستی کے لیے بے لگام نہ ہوں۔ معروفی نے کہا کہ علامہ صاحب کی اصول پسندی کی وجہ سے وہ اپنے خاندان کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔ اگر وقتی مفاد پرستی کرتے تو وہ بھی دوسروں کی طرح بہت کچھ کما سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ لہذا اُن کے ورثاء کا خیال رکھنا ملت نوربخشیہ کا فریضہ ہے اور اُن کی آستانہ کو مرجع خلائق بنانے کے لیے بہتر طریقے سے تعمیر کرنا اہل نوربخشیہ کی ذمہ داری ہے۔ اس عمل سے علامہ صاحب کی روح خوش ہوگی۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مراد نوری نے کہا کہ علامہ صاحب کی وجہ سے اس مسلک کو استحکام ملا۔ ورنہ بعض لوگ اس کمیونٹی کو کسی اور کے ساتھ ضم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ جب فقہ احوط شائع ہوا تو ایک شیخ نے کہا کہ ہماری پچیس سالہ محنت اس مولوی کی وجہ سے خاک میں مل گئی۔ ورنہ اس مسلک کو ہم نے اپنے ساتھ ضم کرلیا تھا۔ مولانا نوری نے کہا کہ ندوہ اسلامیہ نوربخشیہ نے علامہ صاحب کی سربراہی میں کئی اہم کتب شائع کیں۔ جس کی وجہ سے ڈوبتی ہوئی کشتی کنارے لگ گئی۔ جس کی وجہ سے ہمارے مسلک حقہ بنیادیں سلامت رہیں۔ اور کارگل کی گردونواح سے لے کر شگر، کھرمنگ، یوگو، خوازی کی طرح بتدریج غیر نوربخشی ہوجاتے۔ مگر علامہ صاحب نے اُن تمام عناصر کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ علامہ صاحب پایہ کے ادیب اور قلم کار تھے۔ وہ جب لکھنے بیٹھ جاتے تو پھر قلم کو رکنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ وہ بیک وقت عربی، فارسی اور اُردو ادب میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ اُن کی قابلیت کو دیکھ کر ڈاؤ انٹرنیشنل اکیڈمی اسلام آباد نے اُنہیں گریڈ ۱۸ کی نوکری کی آفر کی۔ مگر علامہ صاحب نے رد کی۔ عوام نے بھی علامہ بشیر صاحب کی خدمات کو سر آنکھوں سے لگایا۔ اُن کی بیماری میں علاج معالجہ پر دل کھول کر مدد کی اور وفات پر بھی والہانہ عقیدت کا اظہار کرکے تاریخ رقم کی۔ جس پر میں ذاتی طور پر عوام کا شکر گزار ہوں۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے غلام حسن شگری نے کہا کہ علامہ صاحب ایک درویش صفت عالم باعمل تھے۔ اُنہیں کسی قسم کا لالچ اور شہرت کی تمنا نہیں تھی۔ آپ رات بھر عبادت الٰہی میں گزارتے اور تہجد گزار تھے۔ اُنہیں معاشی مسائل کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔ وہ انتہائی قلیل تنخواہ پر گزارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انجمن کی طرف سے تنخواہ پر نظر ثانی کرنے کی بات ہوئی تو اُنہیں پتا چلا تو پیغام بھیجا کہ میری تنخواہ

پر آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ میں تو اس پر گزارہ کرسکتا ہوں اور خوش ہوں۔ میں نے کونسا محل بنوانا ہے اور لباس فاخرہ زیب تن کرنا ہے۔ شکری صاحب نے کہا کہ علامہ صاحب کو دعوہ اکیڈمی کی طرف سے نوکری کی پیشکش بھی ہوئی مگر انہوں نے ٹھکرا دی۔ آپ کی قابلیت کا چرچا دور دور تک ہو چکا تھا۔ جب بلتی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا تو مترجم نے علامہ بشیر صاحب سے نظر ثانی کی درخواست کی تاہم اُن کی مصروفیت کے باعث کچھ عرصہ کے لیے مہلت مانگی۔ کارگل، لداخ اور ڈیرہ دون انڈیا کے اہل نوربخشیہ کو علامہ صاحب کی قلمی جدوجہد کی وجہ سے حوصلہ ملا۔ اور پاکستان میں بسنے والے اہل نوربخشیہ کو غیروں پر تکیہ کرنے کے بجائے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا درس ملا۔ علامہ صاحب کی خطابت میں جذباتیت کے بجائے فکری پہلو زیادہ نمایاں ہوتا تھا۔ وہ حقیقت کو بیان کرنے کے قائل تھے۔ علامہ صاحب ہی کی وجہ سے ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل گلگت بلتستان کی تاریخ میں پہلا ماہنامہ تھا۔ اس رسالہ کی وجہ سے علم وعرفان کو فروغ ملا۔ لوگوں میں تنظیمیں بنانے کا شعور پیدا ہوا اور فقہی مسائل تک بآسانی رسائی ملی۔ اگر صحیح معنوں میں علامہ صاحب کو حوصلہ افزائی ملتی تو وہ اس ملت کے لئے اس سے بڑھ کر بہت کچھ کرجاتے مگر افسوس کہ ان کی حوصلہ شکنی کرنے والوں نے ہمیشہ راستہ روکنے کی کوشش کی اور ایک گروہ نے ہمیشہ ان کی قابلیت سے خار کھا کر مخالفت کی۔ جس کا خمیازہ ہمیں تفرقہ کی صورت بھگتنا پڑ رہا ہے۔ بظاہر آپ کے چاہنے والے کم نظر آتے تھے مگر جب آپ علیل ہوئے تو لوگوں نے کھل کر مدد کی اور آپ سے عقیدت اور محبت کا کھل کر اظہار کیا۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کے لیے گردہ عطیہ کرنے کو تیار ہوئے۔ مگر جو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں خدا خود بھی ان سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے۔ اسی لیے علامہ صاحب ہزاروں عقیدت مندوں کو آہوں سسکیوں میں چھوڑ کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے۔ آپ کے جنازہ کے ساتھ لوگوں کا اُمڈتا ہوا سیلاب تھا جو اسلام آباد سے شروع ہوا اور آپ کے آخری آرام گاہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپ کا دیدار کرنے کے متمنی لوگوں اور آپ کی نماز جنازہ میں لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر نے گلگت بلتستان میں ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اسلام آباد سے براہ تک گیارہ جگہوں پر نماز جنازہ ہوئی۔

علامہ بشیر مرحوم کے تعزیتی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ کے صدر حاجی فاچو محمد امین نے کہا کہ اس انجمن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جید علمائے کرام کو اس مسجد اور انجمن کی خدمات کا شرف ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علامہ صاحب ہمیشہ اتفاق واتحاد کا درس دیتے تھے۔ یہی مشن سب کا ہونا چاہیے۔ معمولی اختلاف کو ہوا دینے کے بجائے اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ مرحوم جیسی شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے۔

مولانا نورحسن ایڈوکیٹ نے اپنے خطاب میں کہا کہ علامہ صاحب نے سہولیات کے فقدان کے باوجوداتنی خدمات انجام دیں کہ یہی جذبہ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے۔ انہوں نے علماء کرام کو جمع کرکے اُنہیں شعور اور جذبۂ دینی دیا جس کی وجہ سے علماء مجاہد بن کر اس دین حقہ کے خادم بنے۔ ہم نے علامہ صاحب کی اُس طرح قدر نہیں کی جتنی کرنی چاہیے تھی۔ اگر ہم آپ کی قدر کرتے تو آپ ہمارے لئے بہت کچھ کر جاتے۔ جب بھی آپ نے قوم اور مذہب کی کوئی خدمت کرنے کا سوچا، حاسدین نے آپ کی مخالفت کی۔ اپنوں نے تو قدر نہ کی۔ مگر آپ کی قابلیت سے متاثر ہوکر اوروں نے پیش کشیں کیں۔ مگر آپ کے دینی خدمت کے جذبے کے ساتھ ڈٹے رہنے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

آخوند فدا حسین نے کہا کہ علامہ صاحب ہمیشہ دینی اور انسانی خدمات میں مگن رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ انتظامی معاملات میں بھی مداخلت نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے میٹنگوں میں بھی نہیں بیٹھتے تھے۔ آپ نے نامساعد حالات کے باوجود تعلیم حاصل کی۔ اور دین کی ایسی خدمت کی کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو مثال دے گئے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات دوری پیدا کرنے کا نہیں بلکہ غلط فہمیاں دور کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ صاحب نے مشکل

حالات میں ہمیں سنبھالا ہے اب ہمیں بھی اُن کے بچوں کی فکر کرنی چاہیے اوراُن کے خاندان کی دیکھ بھال کر کے ان کا ہر سطح پر خیال رکھنا چاہیے۔ رپورٹر: جی ایچ معروفی

☆☆☆☆☆

تقریب حلف برداری

گزشتہ دنوں شاہ سید ہاسٹل روالپنڈی میں ادبی کونسل کی تقریب حلف برداری منعقد ہوئی۔ محمد خان شگری سابق صدر NYF پنجاب ڈویژن نے نئے اراکین سے حلف لیا۔ اراکین کے نام اور عہدے درجہ ذیل ہیں۔

عمران احمد: صدر، زاہد حسین: نائب صدر، شاہد حسین: جنرل سیکریٹری، اطہر علی: فنانس سیکریٹری، محمد انور: ڈپٹی فنانس سیکریٹری، کمال عباس: ایجوکیشن سیکریٹری، محمد ریاض: ڈپٹی ایجوکیشن سیکریٹری، محمد حسنین: انفارمیشن سیکریٹری، محمد عارف: ڈپٹی انفارمیشن سیکریٹری، عبات علی: پروگرام آرگنائزر، عقیل علی: پروگرام آرگنائزر، علی رہبر: آفس سیکریٹری۔

رپورٹر: علی رہبر چھلاوی

☆☆☆☆☆

جشن مولود کعبہؑ و شاہ ہمدانؒ

گزشتہ دنوں جامعہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سٹیلائٹ ٹاؤن سکردو میں جشن مولود کعبہ حضرت علیؑ و حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے یوم ولادت با سعادت کے سلسلے میں ایک عظیم الشان محفل منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت جناب عزت مآب موسیٰ علی کلیم صاحب نے کی جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مولانا نذیر حسین صاحب جلوہ افروز تھے۔ طالب علم وقار انصاری سٹیج سکریٹری کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ جبکہ طالب علموں نے مولا علیؑ اور شاہ ہمدانؒ کے موضوع پر تقریریں کیں۔ رپورٹر: بزم طلبہ جامعہ شاہ ہمدان سکردو

☆☆☆☆☆

جشن ولادت شاہ سید محمد نوربخشؒ

گزشتہ دنوں جامعہ مسجد صوفیہ نوربخشیہ کھرکوہ گھر یونگ میں NYF کھرکوہ گھریونگ کے زیر اہتمام جشن ولادت شاہ سید محمد نوربخشؒ منعقد ہوا۔ اس عظیم الشان محفل کی صدارت سید محمد صاحب میر واعظ خانقاہ معلی نے کی جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مولانا غلام رسول جلوہ گر تھے۔ سٹیج سکریٹری کے فرائض محمد اقبال خیالی اور محبوب علی سرانجام دے رہے تھے۔ سید طٰہٰ علی الموسوی نے تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز کیا۔ جبکہ منیر احمد، شکیل، محمد عقیل، محمد نسیم، اخوند عبدالرحمن، اخوند علی، محمد حسین، محمد اشرف، مولوی عبدالکریم، بوا یوسف، سید طیار اور بزرگوں نے حمد، منقبت اور قصیدے پیش کئے۔ مقررین نے شاہ سیدؒ اور دین حقہ صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات اور ورد و وظائف پر خوب روشنی ڈالی۔ آخر میں میر واعظ سید محمد صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں دین حقہ کی آبیاری، NYF کی ترقی اور علامہ محمد بشیر صاحب سمیت تمام مرحومین کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ رپورٹر: ایم اقبال خبردار

☆☆☆☆☆

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت کالونی کورنگی کراچی

پچھلے کئی سال سے گلگت کالونی کورنگی کراچی میں مقیم عوام مسجد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اس کوشش کے نتیجے میں 2014 میں ایک مسجد، جو کہ صرف ۲۵ نوربخشی آبادیوں پر مشتمل آبادی کے لیے معرض وجود میں آئی ہے۔ یہاں ایک پیش امام کو مقرر کیا گیا ہے جو احسن طریقے سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ مسجد میں عیدین محرم کے مجالس اور اعتکاف جیسے عظیم عبادات سے لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ ابھی بھی تعمیراتی کام جاری و ساری ہے۔ اہل نوربخشیہ کے عوام سے تعاون کی اپیل ہے۔ اپنا صدقہ و خیرات بذریعہ بینک ہمارے درج ذیل اکاؤنٹ میں بھیج سکتے ہیں۔ دریں اثنا یہ مسجد کراچی میں اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لئے پانچواں مسجد ہے۔

بینک اکاؤنٹ نمبر: 16427900533903 حبیب بینک کورنگی 1/2 برانچ کراچی، رابطہ نمبر: 0341-6306802

رپورٹر: شیخ نثار کوروی

☆☆☆☆☆

خوشخبری

صوفیہ نوربخشیہ کے نامور نعت خواں شاہد حسین آبادی جنہوں نے GB لیول کے نعتیہ مقابلوں میں پوزیشن حاصل کیں بلکہ کل پاکستان نعتیہ مقابلوں میں نمایاں کارکردگی حاصل کر کے بلتستان بالخصوص صوفیہ نوربخشیہ کا نام روشن کیا تھا۔ آج کل وہ بحیثیت R.J ایف۔ایم 99 پر پروگرام کر رہا ہے۔ لہٰذا اہل نوربخشیہ کے نعت خواں خواہش مند حضرات شاہد سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ رپورٹر: عابد نوری

☆☆☆☆☆

افتتاحی تقریب خانقاہ معلی یوچنگ

جامع مسجد یوچنگ کا شاندار افتتاح الحاج فقیر محمد ابراہیم کے دست مبارک سے ہوا۔ افتتاح کے موقع پر ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب کے مہمان خصوصی الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب تھے۔ مہمان خصوصی اور دیگر علماء کرام کو سڑک سے مسجد تک درود و سلام کی گونج میں لایا گیا۔ اس شاندار افتتاحی تقریب میں پورے علاقے سے NYF کے جوانوں، علماء کرام، تعمیراتی کمیٹی کے چیئرمین حاجی ابراہیم سمیت دیگر ممبران، پاک آرمی کے اعلیٰ افسروں کے علاوہ لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ یوچنگ کے عوام الناس کا جوش و خروش قابل دید تھا۔ یاد رہے جامع مسجد یوچنگ دور جدید کے خوبصورت اور علاقے میں بڑی خانقاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ تعمیراتی کمیٹی کے چیئرمین حاجی ابراہیم نے عوام کے بھرپور تعاون پر خصوصی شکریہ ادا کیا۔ یوچنگ کے عوام نے تعمیراتی کمیٹی کے چیئرمین حاجی ابراہیم کو شاندار اور احسن طریقے سے مسجد کی تکمیل کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہار پہنایا۔ آخر میں الحاج فقیر محمد ابراہیم نے عوام الناس اور تعمیراتی کمیٹی کو مبارک باد پیش کی اور درود و سلام کے ساتھ یوں اس شاندار تقریب کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: انجینئر ایم امین ارمانؔ

☆☆☆☆☆

چھٹا سالانہ محفل ذکر مصطفیٰ

گزشتہ دنوں شاہ سید ہاسٹل راولپنڈی میں ادبی کونسل کے زیر اہتمام چھٹی سالانہ محفل ذکر مصطفیٰ منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت نگران صوبائی وزیر حاجی ثناء اللہ نے کی جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر سلطان علی خان جلوہ افروز تھے۔ اس کے علاوہ سیاسی و مذہبی قائدین اور لوگوں کی کثیر تعداد نے محفل میں شرکت کی۔ تقریب میں طلباء نے حضورؐ کی شان میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ جس میں سجاد علی نے پہلی، آصف شگری نے دوسری اور عمران علی نے بالترتیب تیسری پوزیشن حاصل کئے۔ جبکہ بورڈ میں نمایاں نمبرز حاصل کرنے پر کمال عباس اور محمد شاہنواز کو خصوصی انعامات سے نوازا گیا۔

رپورٹر: علی رہبر چھلوی

☆☆☆☆☆

یوم الحسینؑ

گزشتہ دنوں جامعہ شاہ ہمدان صوفیہ نوربخشیہ سٹیلائٹ ٹاؤن سکردو میں حضرت امام حسینؑ کے یوم ولادت با سعادت کے سلسلے میں ایک عظیم الشان محفل منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت جناب عزت مآب شیخ عبداللہ نوری پرنسپل مدرسہ ہذا نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مولانا غلام علی شگری صاحب جلوہ افروز تھے۔ طالب علم وقار انصاری سٹیج سکریٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جبکہ طالب علم امجد حسین، کرامت حسین اور جوہر علی نے مولا حسینؑ اور امام زین العابدینؑ کے موضوع پر تقریریں کیں۔ مشہور شاعر احسان علی دانش نے اپنا خوبصورت کلام پیش کیا۔ رپورٹر: بزم طلبہ جامعہ شاہ ہمدان

☆☆☆☆☆

مبارک باد

۞ مولانا مظاہر علی ڈغونی نے اپنا پہلا خطبہ جامع صوفیہ نوربخشیہ گلگت کالونی کورنگی کراچی میں دیا۔ مولانا صاحب کے پہلے خطبے کا موضوع سیرت رسولؐ تھا۔ اہل تصوف کے پروانوں نے انھیں ہار پہنایا۔ مولانا صاحب نے اس صلاحیت کو ذاتی کوشش اور والدین کے دعاؤں کا نتیجہ قرار دیا۔ رپورٹر: شیخ نثار علی

۞ یوا اقبال تھلوی صاحب کو کراچی جامعہ مدینۃ العلوم سے تکمیل فارغ

التحصیل ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں ۔ رپورٹر: شیخ نثار علی

۞ مولانا محمد اقبال تھلوی نے درس نظامی الشھادۃ العالیہ دورہ حدیث ایم اے عربی و اسلامیات مکمل کر کے سند حاصل کر لی۔ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ کراچی سے بروز جمعہ بعد از نماز عشاء دستار بندی ہوئی ہار، جبہ اور عمامہ شریف سے رونق افروز ہوئے۔ آپ کو مولانا ممتاز، مولانا امین، مولانا ابراہیم اور مولانا نورعین کریمی نے خصوصی مبارک باد پیش کی۔ رپورٹر: تنظیم تحفظ نوربخشیہ کراچی

☆☆☆☆☆

تعزیتی اجلاس

۞ گزشتہ دنوں کورو سٹوڈنٹ فیڈریشن مقیم کراچی والوں نے الحرمین ہاسٹل منظور کالونی کراچی میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد کیا جس میں اس سال کورو میں فوت ہونے والوں کے لئے فاتحہ خوانی اور لواحقین کے لئے صبر کی دعا کی گئی۔ رپورٹر: شیخ نثار علی

۞ گزشتہ دنوں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت کالونی کورنگی کراچی کی انجمن اور کراچی میں مقیم بلتستانی طالب علموں نے مسجد ہذا کے سابق پیش امام ہوا ممتاز تھلوی صاحب کے والد محترم کی وفات پر الگ الگ تعزیتی اجلاس منعقد کیا گیا۔ دونوں اجلاس میں ان کی وفات پر گہرے دکھ اور غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم کے درجات کی بلندی اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ رپورٹر: شیخ نثار علی

۞ سال 2015 اہل تصوف کے لئے اچھا رہا وہاں کچھ غم کے لمحات بھی گزر گئے۔ علامہ محمد بشیر سمیت کچھ مہینے پہلے سابق پیش امام سرموں کھر حاجی آخوند حسن المعروف حاجی آغو ہم سے بچھڑ گئے۔ مرحوم بہت شفیق اور عظیم انسان تھے۔ آپ اہل تصوف کے روح رواں آخوند سجاد حسین اور آخوند امین کے والد بزرگوار تھے۔ کچھ دنوں کے فرق سے سماجی کارکن غلام محمد مصطفیٰ اور نور محمد نوری کی والدہ محترمہ اور نوائے صوفیہ کے روح رواں غلام محمد شاہین کی پھوپھی بھی رضائے الٰہی سے وفات پا گئی۔ اس افسوس ناک لمحات میں اہل خانہ سمیت تمام چاہنے والوں سے دلی تعزیت و ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

رپورٹر: غلام حسین عاشقی

۞ حضرت علامہ محمد بشیر کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم ملت صوفیہ نوربخشیہ کے لئے عظیم تحفہ تھے۔ جو آج پورے نوربخشی برادری کو سوگوار چھوڑ گئے۔ ایسی عظیم ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ بندہ ناچیز اس افسوس ناک موقع پر لواحقین اور اہل صوفیہ نوربخشیہ سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور شکر خداوندی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) رپورٹر: غلام حسین عاشقی

☆☆☆☆☆

اعتکاف نشینی

۞ NYF کریس امدال کے زیر اہتمام ہوا رستم علی انجم کی قیادت میں سہ روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ اس عظیم روحانی محفل سے بہت سے معتکفین فیضیاب ہوئے۔ اعتکاف نشینی کے اختتام پر ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت پر الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب جلوہ افروز تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر ہوا رستم علی انجم صاحب تھے۔ جلسہ میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ مشہور و معروف شاعر اکبر علی اکبر نے اپنا تازہ کلام پیش کیا۔ مقررین نے اعتکاف نشینی کی اہمیت و ضرورت اور فوائد پر روشنی ڈالی۔ آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹر: مہدی علی سمل کریمی، عابد نوری

☆☆☆☆☆

۞ NYF پنچی یونٹ کے زیر اہتمام سات روزہ محفل اعتکاف نشینی منعقد ہوئی۔ ہزاروں فرزندان توحید نے شرکت کی۔ نوجوانان پنچی نے تمام معتکفین کے لئے قابل تعریف ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ اس عظیم روحانی عبادت کے اختتام پر ایک عظیم الشان جلسے کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت الحاج فقیر محمد ابراہیم نے کی۔ جب کہ

مہمان خصوصی وزیر خزانہ گلگت بلتستان جناب حاجی ثناء اللہ صاحب تھے۔ اس کے علاوہ بوا رستم علی انجم، مولانا عارف، مولانا شیر علی حیدری، احسان علی دانش، عالم خان، مولانا کاچو فدا اور مولانا محمد اسحاق نے خطاب کیا۔ آخر میں الحاج فقیر محمد ابراہیم کے دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: عابد نوری

☆☆☆☆☆

اعتکاف نشینی

❁ ابلیان ملاگرونگ ڈغونی کے زیر اہتمام سہ روزہ اعتکاف کا انعقاد کیا گیا۔ اعتکاف کے اختتام پر ایک جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ اجلاس کی صدارت مولانا کاچو فدا حسین اور مہمان خصوصی کی نشست پر قاری غلام رسول صاحب تھے۔ عبدالرشید، غلام عباس، قوال حسین، قاری محمد امین اور عابد نوری نے نعتیہ کلام اور صوفیانہ کلام پیش کیا۔ قاری غلام رسول نے روحانیت پر روشنی ڈالی اور کاچو فدا حسین کی دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا یوں اختتام ہوا۔ رپورٹر: عابد نوری

☆☆☆☆☆

❁ انجمن صوفیہ نوربخشیہ اور NYF کورو کے زیر اہتمام چالیس روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ اس عظیم روحانی محفل سے بہت سے معتکفین فیضیاب ہوئے۔ اعتکاف نشینی کے اختتام پر ایک پروقار اور عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی صدارت الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب نے کی۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مولانا عبدالسلام صاحب تھے۔ جلسہ میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ تلاوت کلام پاک سے محفل کا آغاز کیا۔ اس کے بعد نعتیہ کلام پیش کیا گیا۔ جناب محمد علی عارف، مولانا غلام مہدی، مولانا کاچو فدا حسین، اور بوا رستم علی انجم نے خصوصی خطاب فرمایا۔ مقررین نے اعتکاف نشینی کی اہمیت و ضرورت اور فوائد پر روشنی ڈالی۔ آخر میں الحاج فقیر محمد ابراہیم کے دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

رپورٹر: عابد نوری

❁ مسجد صوفیہ نوربخشیہ برق چھن نیلو میں NYF برق چھن کے زیر اہتمام سہ روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ اس عظیم روحانی محفل میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ اعتکاف نشینی کے اختتام پر ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت بوا رستم علی انجم صاحب جلوہ افروز تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مولانا کاچو فدا حسین صاحب تھے۔ جلسہ میں مولوی محمد شفیع اور مولانا عبدالسلام نے بھی شرکت کی۔ خادم نوری، عابد نوری اور شبیر بیگ نے صوفیانہ کلام پیش کیا۔ آخر میں بوا رستم علی انجم کے دعائیہ کلمات کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔ رپورٹر: عابد نوری

❁ رمضان المبارک کی مقدس مہینے میں سید ابراہیم چھوربٹ اور اخوند ابراہیم تھگسں کی زیر سرپرستی غورسے رائیعد کے علاوہ دیگر مساجد میں بھی اعتکاف نشینی منعقد ہوئی۔ معتکفین کی کثیر تعداد اس مقدس عبادت سے مستفید ہوئے۔ معتکفین کی خدمات کے لیے رائیعد اور غورسے کے نوجوان پیش پیش رہے۔ اختتامی محفل میں ملک و قوم اور مسلک ہذا کی ترقی و ترویج کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔ رپورٹر: محمد باقر دلشاد

☆☆☆☆☆

اعزازی ڈنر پارٹی

نائب صدر این وائی ایف گنگ چھے ڈویژن محمد حسین صاحب کے اعزاز میں این وائی ایف گلشن یونٹ نے اعزازی ڈنر پارٹی کا اہتمام کیا۔ جس میں این وائی ایف کے سینئر اراکین نے شرکت کی۔ صدر محفل کی نشست پر اکبر حسین جلوہ افروز تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی محمد حسین صاحب تھے۔ مقررین نے محمد حسین صاحب کے خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور محمد حسین صاحب نے این وائی ایف گنگ چھے کی سرگرمیوں کے حوالے سے آگاہ کیا۔

رپورٹر: محبوب احمد کریمی، محمد ایاز سریکی

☆☆☆☆☆

صوفیہ نوربخشیہ فیڈریشن لداخ

21 جولائی 2015 بروز منگل کو صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لداخ (SNYFL) اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل کا ایک اہم میٹنگ منعقد ہوا۔ میٹنگ میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل کے نگران اعلی

سید محمد شاہ، صدر انجمن سید علی شاہ، سید محمد باقر میر واعظ خانقاہ دراس، سید علی شاہ نائب پرنسپل مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ امبازی یوپی، اکبر علی، محمد حسین کھر بو نائب سیکرٹری انجمن صوفیہ نوربخشیہ، محمد مقبول، حاجی ابراہیم خزانچی اور صدر غلام رسول مرادپا صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لداخ (SNYFL)، جنرل سیکرٹری SNYL لیاقت علی علوی، ذاکر حسین اور دیگر اراکین انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل اور ایس این وائی ایف ایل کے اراکین نے شرکت کی۔

صدر SNYFL نے مذہب حقہ کی ترقی کے لیے SNYL اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ مل جل کر کام کرنے اور باہمی مشاورت کی تجویز دی۔ جناب ڈاکٹر منیر نے SNYFL کی اغراض ومقاصد اور تنظیم کی اب تک کیے جانے والے کامیاب سرگرمیوں کا ذکر کیا اور چار اہم تجاویز پر عمل درآمد کرنے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ سالانہ چالیس دنوں کا تبلیغی دورا کیا جائے تاکہ عوام الناس کو مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات سے آگہی ملتے رہے۔ ملک کے دور دراز شہروں اور بیرون ملک میں زیر تعلیم طالب علم جب واپس لوٹتے ہیں اُن کا گرم جوشی سے استقبال کیا جائے تاکہ اُسے اپنائیت کا احساس ہو اور باقی طالب علموں کو مزید تعلیم کے لیے جدوجہد کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اُنہوں نے علمائے کرام سے گزارش کیا کہ دینی مدرسوں سے فارغ التحصیل ہو کر نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی کے لیے خصوصی اہتمام کی جائے۔ مرکز کی اہمیت اور افادیت کا ذکر کرتے ہوئے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو زور دیا کہ وہ آپس میں رابطہ رکھیں اور عیدین و دیگر اسلامی دنوں اور ایام کو منانے کا خصوصی بندوبست اور ایک ہی دن مقرر کرے تاکہ آپس کی یک جہتی اور ہم آہنگی قائم و دائم رہے۔

SNYL پریس سیکرٹری لیاقت علوی نے SNYFL کے ساجی (سوشل) فیشل پیج پر اٹھانے والے اعتراض پر بات کرتے ہوئے کہا کہ پیج کے اکاؤنٹ ہولڈرز تنظیم کے نظم ونسق کے پابند رہیں۔ اگر کسی ممبر کو اپنی ذاتی اکاؤنٹ سے کچھ اعتراض ہیں تو یہ اُس کا ذاتی معاملہ ہے۔ تنظیم اس کا جوابدہ نہیں۔ اُنھیں نے تنظیم کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ SNYFL نے پچھلے چار سالوں سے عوام الناس کے آسانی کے پیش نظر رمضان و دیگر اسلامی ایام کا اسلامی کیلنڈر بلاناغہ شائع کرکے دینی فریضہ نبایا۔ اُنھیں نے انجمن سے درخواست کیا کہ وہ SNYL کے اغراض ومقاصد اور تنظیم کے کارکردگی کے بارے میں عوام کو آگاہ کریں تاکہ نوجوانوں میں زیادہ سے زیادہ دینی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ اُنہوں نے باہمی رابطوں کی اہمیت وافادیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم سماجی رابطوں کے ویب سایٹ کی بدولت نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان سے مکمل رابطے میں ہیں اور انہی رابطوں کی بدولت یورپ میں مقیم یعقوب بلتی صاحب کی کاوشوں سے دنیا بھر کے کتابخانوں سے حاصل ہونے والی ہزاروں نوربخشی قلمی نسخوں سے ہم مستفید ہو رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پلے اسٹور پر نوربخشی کتابوں کا موبائل اپلی کیشن دستیاب ہونا مسلک کے مجاہدوں کی ہی مرہون منت ہیں۔

میٹنگ کے آخر میں صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل و دیگر اراکین انجمن اور میٹنگ موجود علماء کرام، دانشوروں نے SNYFL کی کارکردگی کو سراہا گیا اور آئندہ SNYFL سے مکمل تعاون کی یقین دہانی کی گئی۔

رپورٹر: لیاقت علی، سیکرٹری نشر واشاعت ومیڈیا پرسن
صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن لداخ (SNYFL)

☆☆☆☆☆

سالانہ اجلاس

انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کرگل کا سالانہ اجلاس مورخہ ۲ اگست ۲۰۱۵ تھرگنس دراس میں منعقد ہوا۔ اس عظیم الشان اجلاس کا انعقاد انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل اور صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن نے کیا۔ اجلاس میں انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل کے اراکین اور انجمن صوفیہ نوربخشیہ نوبراہ کے اراکین کے علاوہ عوام الناس کے بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت جناب سید محمد شاہ صدر انجمن صوفیہ نوربخشیہ کرگل نے کی۔

جناب صدر انجمن سید محمد شاہ الموسوی نے اپنی خطاب میں علامہ محمد بشیر (مرحوم) اور مفتی محمد عبداللہ (مرحوم) کے دینی خدمات پر روشنی ڈالی اور ان کے دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اُنہوں

نے صاحب استطاعت سے درخواست کی کہ وہ اپنی زکواۃ ہر سال مقررہ نمائندے کے پاس جمع کرائیں اور زکواۃ کی وصولی کے لئے تمام جامع مسجد کے امام کو ذمہ داری سونپی گئی۔ انہوں نے کہا تمام اہل تصوف اور صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے نوجوانوں کو انجمن کے ساتھ تعاون کرنے اور انجمن کے قواعد وضوابط پر عمل پیرا رہنے کی ہدایت کی۔

جناب ماسٹر حشمت اللہ نے اپنی تقریر میں مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی اصل تعلیمات پر روشنی ڈالتے ہوئے محسن نوربخشیہ علامہ محمد بشیر مرحوم کی نقش قدم پر عمل پیرا ہو کر صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی وترویج کے لیے نشر واشاعت پر زور دیا۔ انہوں نے صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے کاوشوں کو سراہا اور مخالفین کی سازشوں سے باخبر رہنے اور اتحاد و یک جہتی کی فضا قائم رکھنے پر زور دیا۔ انہوں نے یوتھ فیڈریشن سے کہا کہ وہ اپنے مذہبی سرگرمیوں اور دیگر امور میں انجمن ھذا کی مشاورت کو شامل کرتے ہوئے انجمن کے اراکین کے ساتھ مل کر کام کریں۔ انہوں نے علماء کمیٹی لیہ اور کارگل کے درمیان ہونے والے گزشتہ میٹنگ کا ذکر کرتے ہوئے مدرسہ امبازی ڈیرہ دون میں دعوات صوفیہ، فقہ الاحوط اور کتاب الاعتقادیہ کو نصاب میں شامل کرنے کی فیصلے کو یقینی بنانے پر زور دیا۔

جناب ماسٹر محمد عیسیٰ علوی شمشادو نے مشرب ہمدانیہ اور روش نوربخشیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو سیاسی مخالفوں سے بالا تر ہو کر مسلک حقہ کے لئے کام کرنے کا وقت آیا ہے۔ انہوں نے گزشتہ دنوں لیہ میں ہونے والے میٹنگ کا ذکر کرتے ہوئے امبازی مدرسہ ڈیرہ دون میں ۲۰۱۳ سے پہلے نصاب میں شامل دعوات صوفیہ، فقہ الاحوط اور کتاب الاعتقادیہ کو پھر سے بحال کرنے کے فیصلے پر فوراً عمل درآمد پر زور دیا۔

ماسٹر علی اکبر صاحب نے اپنے تقریر میں کہا طریق نوربخشیہ ہی صراط مستقیم پر چلنے کا واحد راستہ ہے۔ انہوں نے عوام الناس پر زور دیا کہ وہ بزرگان دین کے تصانیف کا مطالعہ بھرپور انداز میں کرتے رہیں تاکہ بزرگان دین کی ارشادات سے مکمل فائدہ حاصل ہو۔

حاجی محمد ابراہیم خزانچی کارگل، حاجی محمد حسین خزانچی دراس، انجمن صوفیہ نوربخشیہ ضلع کارگل و لداخ اور سید باقر شاہ الموسوی پیش امام جامع مسجد دراس نے سالانہ بجٹ پیش کیا۔

علاوہ ازیں اجلاس میں جناب اخون قاسم تھسکام، اخون عرفان علی تھسکام، مولانا انصار حسین کھربو، آغا باقر، آغا قاسم شاہ، اخون رحمت اللہ امام جامع مسجد کھربوہ، صدر انجمن نوبراہ مولانا حسن اور اخون محمد جامع مسجد تورتک نے خطاب کیا۔

آخر میں صدر انجمن نے حاضرین مجلس کا شکریہ ادا کیا اور مرحوم علامہ محمد بشیر، مرحوم مفتی عبداللہ اور مولانا غلام حسین نورانی کی ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کی اور عرصہ دراز کے بعد نوائے صوفیہ کی ترسیل پر نوائے صوفیہ کے منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور مسلک حقہ کی اس متحرک جریدے کو جاری وساری رہنے کی دعا کی۔

رپورٹر: ماسٹر حشمت اللہ، شعبہ نشر واشاعت

انجمن صوفیہ نوربخشیہ کارگل، لداخ، انڈیا

قارئین کے خطوط

السلام علیکم: میں نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں ایک مضمون ارسال خدمت ہے اشاعت فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں۔ شکریہ

(شریف اسماعیل محلہ ملدوری)

السلام علیکم: میں نوائے صوفیہ کا خاموش اور مستقل قاری ہوں۔ ایک خبر / رپورٹ ارسال خدمت ہے شائع کر کے حوصلہ افزائی فرمائیں۔

(محمد حسین راہی سینوی)

السلام علیکم: ایک رپورٹ ارسال کیا ہے شائع کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ شکریہ (بزم طلبہ مدرسہ شاہ ہمدان سکردو)

السلام علیکم: ''جشن ولادت حضرت شاہ سید محمد نوربخش'' کے سلسلے میں ایک رپورٹ ارسال کیا ہے شائع فرمائیں۔ شکریہ

(محمد اقبال نمبردار کھرکوہ گھریونگ)

السلام علیکم: میں نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں دو رپورٹس ارسال کیے ہیں۔ شائع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔ (غلام حسین عاشق)

وصولیات

وصولیات قارئین اور نمائندوں سے

NYF پاکستان

نوٹ: نمائندوں اور قارئین سے شمارہ نمبر 122 سے موصول شدہ رقم کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	علاقہ	تعداد	رقم	وصول شدہ رقم	بقایا رقم	نام نمائندہ	کیفیت
1	کراچی	140	5,600/-	5,600/-	0	غلام نبی بٹ	
2	لاہور	60	2,400/-	2,400/-	0	علی راجو	
3	راولپنڈی، اسلام آباد، KPK	84	3,360/-	3,360/-	0	زمرد حسین	
4	گلگت	70	2,800/-	2,800/-	0	شاہ نواز القدوم	
5	سکردو	240	9,600/-	9,600/-	0	شبیر حسین	
6	گنگ چھے	600	24,000/-	20,000/-	4,000/-	اصغر علی	
7	چکری	30	1,200/-	1,200/-	0	اعظم علی سرموی	
8	انڈیا	50	2,000/-	0	0	حبیب اللہ کھریو	(اعزازیہ)
9	علی پور اسلام آباد	20	800/-	800/-	0	مظفر علی اخوند	
10	شاہ سید راولپنڈی	20	800/-	0	0	شمیم	
	بقایا رسالہ	86					
	کل میزان	1400	52,560/-	45,760/-	4,800/-		87% Received

نوٹ: تمام قارئین اور نمائندوں سے گزارش ہے کہ نوائے صوفیہ کی بروقت اشاعت کے لیے واجب الادا رقم جلد از جلد ارسال کریں۔ تاکہ رسالہ کی اشاعت اور ترسیل بروقت ممکن ہو سکے۔ رسالہ اگر فروخت نہ ہونے کی صورت میں ہمیں ضرور آگاہ کریں۔ شکریہ (ادارہ)